

مجلس نشین کیسا ہو؟

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”کل جلیس لا تسفید منہ خیرا فاجتنبه.“

(حلیۃ الأولیاء)

”ہر وہ شخص جس سے تم کوئی اچھا فائدہ، اچھی بات حاصل نہیں کرتے اس

سے بچو۔“

حضرت الشیخ مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم اور معروف محقق حضرت مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کچھ عرصہ شدید علالت کے بعد ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء (۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ) بروز اتوار تقریباً ۵۷ برس کی عمر میں قضائے الہی سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف میدانِ قلم کے شہسوار تھے جس کا ثبوت وہ کتابیں ہیں جو انھوں نے اپنے پیچھے یادگار چھوڑی ہیں اور میدانِ مناظرہ میں بھی ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت الشیخ رحمہ اللہ وسیع المطالعہ شخصیت تھے۔ ہر بات مدلل و مبرہن کہنا ان کا شیوہ تھا۔ زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ علماء کی فرقت کے بعد ان کا جانشین کوئی نہیں نظر آ رہا جس کا رسوخ علم، تقویٰ و اخلاص اور حق پرستی ان جیسی ہو۔

رفقاء و کارکنانِ ادارہ الاعتصام شیخ رحمہ اللہ کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور مولانا کی وفات سے جو علمی دنیا میں خلا پیدا ہوا ہے اُسے پُر فرمائے۔ اللہم آمین!

اللہ رب العزت موصوف کی حسنات کو قبول فرمائے اور بشری لغزشوں سے صرف نظر کرتے ہوئے انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

اللہم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء

والثلج والبرد۔ (ادارہ الاعتصام)

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

10 محرم الحرام 1434 ۷ جمعة المبارک 15 تا 21 نومبر 2013ء



مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4786507

کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد 0344-4656461

جواہر پارے

مجلس نشین کیسا ہو؟

کلمہ طیبہ

حضرت الشیخ مولانا زبیر علی زئی کا سنا خدا رحمتا (ادارہ الاعتصام)

اداریہ

جرم ضعیفی (حافظ احمد شاہر) 3

درس قرآن

تفسیر سورة الصُّفَّت (۲۸) (مولانا ارشد الحق اثری) 5

درس حدیث

أربعین اعتقادی (۱۹) (ریاض غائب اثری) 6

بدعات و رسوم

فضائل ماہ محرم و یوم عاشوراء (۲) (مولانا عبدالسلام رحمانی) 8

اسلامی معاشرہ

معاشرے کو مثالی بنانے والے اللہ کے دس احکام (مولانا فضل الرحمن لاہوری) 12

تذکرہ علمائے اہل حدیث

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (مولانا محمد اسحاق بھٹی) 16

تحقیق و تدقیق

ابو حاد غزالی اور احیاء علوم الدین (مولانا عبدالحمین عبدالوہاب مدنی) 21

تذکرہ محدثین

امام فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ (محمد شرف جاوید) 28

خدمات علمائے اہل حدیث

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی علمی و دینی خدمات (عبدالرشید عراقی) 31

شعر و ادب

حدیث سرور عالم ﷺ (راجح عرفانی)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
 فون نمبر : 042-3735 4406
 فیکس نمبر : 042-37229802
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے
 سالانہ : 500/- روپے
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }
 60/- ڈالر امریکی



E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

جرمِ ضعیفی

جنرل اسمبلی میں شرکت کے موقع پر جناب وزیراعظم کے امریکا کی مختلف محافل میں بیانات اور پاکستان واپس آ کر سرکاری ارشادات، نیاز مندوں کو ہدایات اور صحافیوں کو اشارات و نکایات میں دورے کی جو تفصیلات بتائیں وہ جرأت مندانہ اور حوصلہ افزا محسوس ہوئی تھیں لیکن ڈرون کے تازہ ترین حملوں سے ابامہ سے ان کی ملاقات کے ابہامات یا عجیب تضادات سامنے آئے اور چوہدری ثناء کے سوا ان کے دیگر رفقاء اقتدار کے لگھیاے ہوئے بیانات اخبارات میں آنے لگے تو ان کی ہمت و جرأت مصلحت بن کر سوالیہ نشان بننے لگی۔ ادھر موقع ملتے ہی ہر سیاسی جماعت جمہوری بناؤ سنگھار سے پیا کی چاہت بننے کی کوششوں میں لگ گئی حتیٰ کہ سہاگن..... مقتدر جماعت..... بھی نیا سنگھار کر کے پیا کا دل بھانے میں جت گئی۔ جناب وزیر داخلہ کے پاکستانیت اور ملی غیرت سے بھرپور بیانات جب اخبارات کی زینت بن گئے تو دسترخوانی قبیلہ اپنا مستقبل روشن کرنے کے لیے چوہدری ثناء خاں پر بھی پل پڑا اور ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا یہ لوگ اب ان کو ایک تنازعہ شخصیت بنانے میں کوشاں ہیں۔ ادھر مسلم لیگ (ن) کا دانہ چگنے والوں میں مسلسل اضافہ ہونے لگا ہے اور ان دودھ پینے والے مجنوں نے میاں صاحبان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ بڑے میاں صاحب اپنے مرنج مزاج کے باعث خاموش اور شاید دل و دماغ کی کشمکش میں الجھے ہوئے یا عالمی شطرنج کے مہروں کی چالوں میں پھنس چکے ہیں حتیٰ کہ ان کی پاکستانیت کا معترف طبقہ بھی مشرف کی برأت کے بعد ان کو بھی ”خیال رکھو“ سیاست کا کھلاڑی سمجھنے پر مائل ہوتا نظر آ رہا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آقائے ولی نعمت کے قدموں پر ایک ہی فون پر سر تسلیم خم کرنے والے اور بے نظیر خود سپردگی کا مظاہرہ کرنے والے کو آقا ہم سے صلہ دلوانے پر اڑا ہوا ہے۔ اب دیکھیے پاکستانیت فتح یاب ہوتی ہے یا مغربی عشوہ طرازی چلبلاہٹ۔ تاریخ تو یہ کہتی ہے

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

احتیاط، احتیاط:

محاسن اسلام میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے معاشرے میں کسی بھی حالت میں مجرم کو انفرادی..... یعنی عدلیہ کے فیصلے کے بغیر..... سزا دینے کا اختیار ہی نہیں اجازت بھی نہیں دی۔ حتیٰ کہ انسانی اشتعال کو بے لگام ہونے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لعان کی آیات نازل فرما کر فرد کے رد عمل کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اس لیے امریکی جرم کی پاکستانی عوام یا عسا کر کو سزا چہ معنی دارد؟ وطن عزیز عملی انارکی، فکری آوارگی اور ہوس جاہ و مال کی دلدل میں تو ایک عرصہ سے دھنسا جا رہی رہا تھا کہ حکیم اللہ محسود کی حادثاتی یا سوچی سمجھی سازش کے تحت موت نے سیاست میں ایسی افراتفری پیدا کر دی اور فتنوں نے اس طرح سر اٹھانا شروع کر دیا ہے کہ..... خاتم بدہن..... اغیار کے دیرینہ منصوبوں میں کامیابی کا خطرہ نمایاں ہوتا نظر آ رہا ہے۔

لفظ شہید اسلام کی ایک مقدس اصطلاح ہے۔ اس بحث میں ایک نجس شے پر لفظ شہید کا منطبق کرنا؟ پھر منطبق کرنے والی شخصیت بھی ایک دینی راہنما ہو! کسی عجیب بات ہے! انہی کی سیاسی حیات اور ارشادات کے تناظر میں دیکھا جائے تو امریکا دشمنی کیسی؟ کون سی حکومت، کون سا حاکم، کون سا وزیر اور کون سا مشیر اس کے دائرہ اثر سے باہر بلکہ اس کا کانا نہیں؟ اقتدار کا کون سا پجاری اس کا دیوہ گرنہیں؟ حضرت کو یہ تشبیہ

دیتے وقت یہ ضرور سوچ لینا بلکہ استخارہ کر لینا چاہیے تھا، ہم تو ایسے خیال سے پناہ مانگتے ہیں لیکن ایسے ہی مواقع پر اگر کوئی ستم ظریف تھوک اور چوک کا قافیہ ہر ادے تو اس کو روکنا مشکل ہوگا۔

وطن عزیز کی سیاسی لغت نے جن الفاظ کو پامال کر کے ان کا تقدس گنوا دیا ہے یہ لفظ بھی انھی میں سے ہے۔ ریاست کے نظم کے تحت اعلائے کلمۃ اللہ یا مظلوم مسلمانوں کی مدد میں کام آنے والے کو نبی ﷺ نے شہید قرار دیا، بعض حوادث اور بعض بیماریوں کے نتیجے میں موت پانے والوں اور اپنی جان و مال کی حفاظت میں جان دینے والوں کو بھی آپ نے شہید قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ دنوں میں ایک افسوس ناک حادثے میں ہلاک ہونے والے حکیم اللہ محسود کی ہلاکت سے ایک ناروا سی بحث چھڑ گئی اس بحث کو بعض حلقے مذموم مقاصد کے لیے بالا راہ پھیلا کر ماحول تلخ کر رہے ہیں۔

اسی طرح محترم سید منور حسن..... کی ذاتی رائے یا جماعت کی پالیسی بیان..... کے غیر محتاط اظہار نے خالص سیاسی اور دینی سیاسی جماعتوں میں خلیج پیدا کر دی یا اس کو مزید بڑھا دیا، جذبات سے بالا ہو کر واقعہ کو اگر واقعہ ہی سمجھا جائے تو خلفشار کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں وگرنہ اس طرح کے واقعہ کو اگر جذبات کی زبان دے دی جائے..... جو اختیار چاہتے ہیں..... تو معاملات اور تعلقات گدلا جاتے ہیں۔ جماعت کے اکابرین سے گزارش ہے کہ وہ مآچھی گوٹھ کے ان اکابر کی رائے پر دوبارہ غور فرمائیں جو غیر اسلامی جمہوریت نامی سیاست کے متعفن تالاب میں کودنے سے گریزاں تھے۔ جماعت اگر خواہش اقتدار سے بالا ہو کر اپنے منہج اول پر آج بھی گامزن ہو جائے تو ان شاء اللہ وہ منہج دنیا میں اگر نہ سہی آخرت میں ضرور شہر آور ہوگا۔ ذرائع ابلاغ..... میڈیا..... کا ایک خاص طبقہ ذاتی خیالات و مفادات کی خاطر بھائی چارے کی فضا کو مکدر بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ دین سے منسلک یا دین کے خدمت گزاروں کو اس طرح کی سبقت لسانی اور زود قلمی سے ہر صورت بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جماعت اہل حدیث کے لیے ایک سانحہ:

ہفتہ رواں میں جماعت اہل حدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات سے دوچار ہو گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ مردانہ حسن، باوقار شخصیت، ذہانت، حافظہ، محنت، صالحیت اور سیمابنی طبیعت رکھتے تھے، تعلیم کے جس شعبے میں انھوں نے دلچسپی لی ہمیشہ ممتاز رہے، ان کی ذاتی روایت کے مطابق حفظ قرآن کی تکمیل، انھوں نے بتوفیقہ تعالیٰ چھ ماہ میں کر لی تھی۔ اس کے بعد دینی علوم خصوصاً حدیث پاک کے علم شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور سنن مطہرہ پر عمل پیرا ہوئے کی نعمت سے سرفراز ہوئے تو بلا خوف لومۃ لائم ان پر عمل بھی کیا، ان کی تبلیغ بھی کی اور عمر بھر ان کا دفاع بھی کرتے رہے۔ ان کا مطالعہ جس قدر وسیع ہوتا گیا اور ان کی تحقیق جوں، جوں بڑھتی رہی ان کا حدیث و سنت سے لگن میں والہانہ اضافہ ہوتا گیا۔ بعض مسائل میں وہ متفرد بھی تھے لیکن اپنی رائے اور عمل کے خلاف جب کسی دلیل سے مطمئن ہو جاتے تو وہ رائے قبول کرنے اور اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ذرا بھی تاثر نہ کرتے۔ جب کہ اس خوبی سے بہت کم اصحاب علم سرفراز ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جذبہ داعیانہ اور مزاج مناظرانہ تھا پھر مستزاد یہ کہ ان کا حافظہ بھی غیر معمولی اور عقلیات کی تعلیم بھی انھوں نے حاصل کر رکھی تھی، اس لیے میدان مناظرہ کے وہ ایسے شہسوار تھے جو داعیانہ یلغار اور دلائل کی بوچھاڑ سے فریق مخالف کو زچ اور چت کر دیتے تھے، ان کے اظہار میں اگرچہ عقیدے کی حدت اور جذبات کی شدت ہوتی تھی لیکن ان کے اخلاص و للہیت کے ہم ہمیشہ معترف رہے۔ علمی قحط الرجال کے اس دور میں ان کی وفات اہل علم کے لیے عموماً اور جماعت اہل حدیث کے لیے خصوصاً ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی حسنات قبول اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرما کر ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی ان کو معیت نصیب فرمائے، آمین۔

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

﴿فَاطَّلَعَ فَرَآهُ﴾ چنانچہ اپنے ساتھیوں کو دیکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے خود اسے جہنم کے وسط میں دیکھے گا۔ آیت میں صرف اسی کے دیکھنے کا تذکرہ ہے، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ دوسرے جنتی دوست نہیں دیکھیں گے۔ بلکہ دیکھیں گے تو سبھی مگر نظر اسے ہی آئے گا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ سب کو ہی نظر آئے گا کیونکہ کبھی فرد واحد کے خطاب میں اس نوع کے تمام افراد مراد ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ [الانفطار: ۶]
”اے انسان تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟“

یہاں ایک انسان کو خطاب ہے مگر مخاطب وہ سبھی انسان ہیں جو دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اس لیے جھانکنے والے تو سبھی ہیں مگر دیکھنے کا انتساب ایک کی طرف ہے۔ (تفسیر الماتریدی)

﴿سَوَاءٌ الْجَحِيمِ﴾ ”جہنم کے وسط میں۔“ ”سواء“ کا معنی وسط اور درمیان ہے۔ اور سَوَاءٌ وَسَوَّى وَسَوَّى اسے کہا جاتا ہے جس کی نسبت دونوں طرف مساوی ہو۔ صراطِ مستقیم کو سواء السبیل بھی کہا گیا ہے کیونکہ وہ افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہوتا ہے۔ اور ”جحیم“ کا اصل ”الجحمة“ ہے جس کا معنی آگ بھڑنے کی شدت ہے۔ (مفردات)

جنتی جو جہنمی کو دور سے دیکھیں اور پہچانیں گے تو اس میں ایک حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ قیامت کے روز سب کی بینائی تیز ہو جائے گی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ کیجیے)

﴿قَالَ هَلْ أَنتُمْ مُطَّلِعُونَ﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتُ لِتُردِّيَنِي﴾ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿

[الصّٰفّٰت: ۵۴-۵۷]

”کہے گا کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ پس وہ جھانکے گا تو اسے بھڑکتی آگ کے وسط میں دیکھے گا۔ کہے گا اللہ کی قسم! یقیناً تو قریب تھا کہ مجھے ہلاک ہی کر دے۔ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو یقیناً میں بھی ان میں ہوتا جو حاضر کیے گئے ہیں۔“

جنتی دنیا میں اپنے دوست کا قصہ بیان کرنے کے بعد اپنے جنتی ساتھیوں سے کہے گا بھلا تم جھانک کر دیکھو وہ آج کہاں پڑا ہے اور اس کا حال کیا ہے؟ علامہ قرطبی نے ابن الاعرابی سے نقل کیا ہے کہ یہ کلام اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہے اور ﴿هَلْ أَنتُمْ مُطَّلِعُونَ﴾ جملہ استفہامیہ نہیں بلکہ حکم کے معنی میں ہے کہ تم اس کو دیکھو اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هَلْ أَنتُمْ مُطَّلِعُونَ﴾ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواباً پکاراٹھے: ”انتہینا انتہینا“ ”ہم رک گئے، باز آ گئے۔“ یعنی جنتی اپنے ساتھی کی داستان سنا چکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا انجام دیکھو۔ گویا یہ اسلوب کلام دراصل کام پر ابھارنے کے لیے لیے اختیار کیا جاتا ہے، جیسے ہم کہتے ہیں ذرا جھانک کر دیکھو تو سہی۔ تو اس میں گویا جھانکنے کی ترغیب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے۔ مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے کہ یہ جنتی کا قول ہے:

”والا ول اولی .“ (فتح القدیر)

اربعین اعتقادی

ترجمہ و فوائد
حافظ
ریاض نقیب
احمدی

۶

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ کے ساتھ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کے ساتھ کفر کرے تو یقیناً وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔“
اور فرمان الہی ہے:

”کہہ دیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔“

۱۹: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور وہ اہل اسلام کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب (بلکہ صرف یہ کہو):

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ [البقرة: ۱۳۶]

باب: وجوب الإيمان بالكتب المنزلة على رسل الله، لقول الله تعالى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْأَخِيرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء: ۱۳۶]
وقوله تعالى:

﴿قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۸۴]

۱۹: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية، ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله ﷺ: لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم، وقولوا: آمنا بالله وما أنزل إلينا وما أنزل إليكم.

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ۴۴۸۵)

رسولوں پر نازل شدہ کتب پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر، اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس

”کہہ دو! ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

فوائد:

- ۱: تمام گزشتہ انبیاء و رسل اور تمام آسمانی کتب پر مجملاً ایمان لانا ضروری ہے، یعنی تمام انبیاء و رسل اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ نیز ان پر جو کتب نازل ہوئیں وہی الحقیقت سچی آسمانی کتب تھیں۔
- ۲: دین اسلام اعتدال پر مبنی دین ہے، یہ انبیائے کرام کے درمیان

تفریق کا قائل نہیں ہے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ بعض انبیاء کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں لیکن دین اسلام اہل اسلام کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مفصل طور پر ایمان لائیں اور سابقہ انبیائے کرام کی کتب پر بغیر کسی تفریق کے مجمل طور پر ایمان رکھیں۔

۳: اب عمل صرف قرآن مقدس پر ہی ہوگا کیونکہ قرآن نے گزشتہ کتب کو منسوخ کر دیا ہے۔

۴: دین اسلام گزشتہ تمام انبیاء و رسل کی تعظیم و توقیر کا درس دیتا ہے۔

۵: تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ یہود اس کا عربی میں ترجمہ کر کے اس کی نشر و اشاعت کیا کرتے تھے۔

۶: اہل کتاب کی تصدیق و تکذیب نہیں کرنی چاہیے۔

بقیہ: تفسیر سورة الصّٰفّٰت

﴿لَقَدْ كُنْتُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَكُمْ فَبَصَرُكُمُ الْيَوْمَ حَدِيْدٌۭ﴾ [ق: ۲۲]

”بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔“

نظر کی اسی تیزی اور مضبوطی کی بنا پر آخرت کے تمام معاملات اس پر منکشف ہو جائیں گے۔ جنت و دوزخ کو دور سے دیکھ گاہتی کہ مومن صادق جنت میں رب ذوالجلال والا کرام کے دیدار کا شرف بھی پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت کے سو درجے ہیں۔ دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔“ (صحیح بخاری)

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل جنت اوپر کے درجے کے محلات کو ایسے دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے اس میں اہل جنت کی قوتوں اور صلاحیتوں کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی بصری اور سمعی قوتیں بڑھادی جائیں گی۔ یہ معاملہ دراصل عالم آخرت میں ہر ایک کے لیے ہوگا جنتی جہنمیوں کو دیکھیں گے اور جہنمی جنتیوں کو۔ اور جہنمی حسرت کے ساتھ ان سے پانی اور رزق طلب کریں گے جیسا کہ سورۃ الاعراف (آیت: ۵۰) میں بیان ہوا ہے۔ مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہنمی، جو آگ سے جل سڑ گئے ہوں گے، ان کو یہ جنتی کیسے پہچان پائیں گے۔ امام قتادہ اس کے بارے میں خلیل العصری سے، جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، اور مطرف رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ بصری سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ پہچان کروادیں گے۔ (ابن جریر)

جیسے جہنم سے نکالے جانے والوں کو پہچان ہوگی۔ اسی طرح کفار جہنمیوں کی بھی کسی علامت سے اللہ تعالیٰ آگاہ فرمادیں گے۔ ولیس ذلک علی اللہ بعزیز۔

فضائل ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

ایک تنقیدی جائزہ

مولانا عبدالسلام رحمانی

(عبد ابن البر والی) تحسین کی طرف ہے اور صاحبِ مرعاة المفتاح حضرت محدث مبارک پوری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام بیہقی کا رجحان معتمد ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا۔ جابر، ابوالزبیر اور شعبہ سے بھی یہی منقول ہے۔

(مرعاة: ۱۷۵/۳)

شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اپنی تعلیق مشکاة میں فرماتے ہیں:

هو حديث ضعيف من جميع طرقه وحكم عليه شيخ الاسلام ابن تيمية بالوضع فما بعد، والشريعة لا تثبت بالتجربة.

”یہ حدیث من جمیع طرق ضعیف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کا موضوع ہونا کچھ مستبعد نہیں۔ رہا فلاں اور فلاں کا تجربہ، سو تجربے سے شریعت ثابت نہیں ہوتی۔“ (مرعاة: ۱۶۰۳/۱)

اوپر گزرا کہ ابن الجوزی نے اسے موضوع روایات میں شمار کیا ہے اور امام ابو جعفر عقیلی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی بھی مسند روایت میں یہ قول ثابت نہیں۔ آٹھویں صدی کے محدث و فقیہ حافظ ابن رجب ”لطائف المعارف“ (ص: ۵۲) میں فرماتے ہیں:

وقد روى من وجوه متعددة لا يصح فيها شيء.

”یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے مگر کوئی بھی روایت اس بارے میں صحیح نہیں ہے۔“

۳: پھر موضوع روایات کے تحت ابن الجوزی رحمہ اللہ نے یہ تیسری حدیث نقل کی ہے:

”عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: جس نے اپنے اہل پر عاشوراء کے دن کشادگی

کی اللہ تعالیٰ اس پر سال بھر کشادگی کرے گا۔“

ابن الجوزی فرماتے ہیں، عقیلی نے کہا: اس حدیث کا راوی ہبصم

مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے۔ ابن حبان نے کہا: اس شخص کی

روایات سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کو سلیمان بن

ابو عبد اللہ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عقیلی نے کہا:

سلیمان مجہول ہے اور حدیث غیر محفوظ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی

بھی مسند روایت میں یہ قول ثابت نہیں۔ (ص: ۲۰۳)

یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ ابوسعید اور

جابر سے بھی روایت کی گئی ہے اور اسے بہت سے محدثین نے اپنی

مصنفات میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کو رزین نے اپنی جامع

میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں،

ابن عدی نے اپنی مسند میں، ابن عبد البر نے الاستدکار میں اور بعض

دوسرے محدثین نے اپنی بعض مصنفات میں ذکر کیا ہے۔ سیوطی نے

الآلی المصنوعہ (ص: ۳۶۹) میں اس روایت کو کئی سند سے ذکر

کر کے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ابوالفضل بن ناصر

نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے۔ امام بیہقی و حافظ عراقی اس کی

تحسین کے حق میں ہیں اور حافظ سخاوی کا میلان بھی حدیث جابر عند

منہاج السنۃ (۲/۲۴۸، ۱۱/۴) و فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۲۵۴/۲) میں اس حدیث کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے: ”لا اصل له“ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ ”فلم یرہ شیئا“ امام احمد نے اس روایت کو کچھ شے نہیں سمجھا۔ حافظ ذہبی، ابن وضاح اور صاحب سفر السعاده کے رویے سے بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک موقع پر عاشوراء سے متعلق جھوٹی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توسیع النفقات فیہ ہو من البدع المحدثۃ المقابله للرافضۃ وقد وضعت فی ذلك احادیث مكدوبة فی فضائل ما یصنع وصححها البعض کابن ناصر وغیره ولكن لیس فیہا ما یصح لکن رویت لاناں اعتقدوا صحتها فعملوا بها ولم یعلموا انها کذب . (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۳۰۱، مطبوعہ مصر ۱۹۵۰ء)

یعنی عاشوراء کے دن فقہ میں فراخی کرنا ان بدعتوں میں سے ہے جو رافضی (مدعیان حب اہل بیت) کے بالمقابل وضع کی گئی ہیں اور ان بدعات کے فضائل میں بہت سی جھوٹی روایتیں گھڑ لی گئی ہیں اور ابن ناصر وغیرہ بعض حضرات نے اس کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ اس باب میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے، کچھ لوگوں نے لاعلمی میں اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے۔

حافظ سیوطی نے جو اس کی دو چار سندیں ذکر کی ہیں، ان سب میں ایسے مجروح راوی ہیں جن کی وجہ سے کثرت طرق کے باوجود یہ روایت درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ والی سند میں دو راوی ہیں جن کو محدثین نے وضاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) کہا ہے۔ ایک سند کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ

سخت منکر ہے۔ (لسان المیزان)

نیز اس میں ایک خارجی راوی ہے اور ابوسعید والی سند میں مجہول راوی ہیں اور دو راوی متروک ہیں۔

اس حدیث کی بعض سندوں میں خارجی راوی ہیں اور زیادہ تر کوئی بصری ہیں، جہاں خروج و نصب (عداوت علی و حسین) کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مدعیان حب اہل بیت نے اگر ماتم کی چیزیں پیدا کر لیں تو دشمنان اہل بیت نے ان کے مقابل مسرت کے امور اس دن کے لیے گھڑ لیے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قتل حسین رحمہ اللہ کے سبب شیطان نے دو بدعتیں پیدا کر دیں: ایک تو مدعیان حب حسین رافضیوں کے ذریعے، جنہوں نے اس دن کو یوم ماتم بنا لیا۔ دوسری بدعت دشمنان علی و حسین (خارجیوں) کے ذریعے جنہوں نے اس دن کے لیے مسرت کے بہت سے عمل وضع کیے اور انہوں نے یہ حدیث گھڑی کہ جو شخص یوم عاشوراء کو اپنے اہل پر کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال کشادگی کرے گا، وغیرہ وغیرہ۔“ (منہاج السنۃ: ۲/۲۴۸ ملخصاً)

اور اس قسم کی روایات گھڑ لینا اہل بدعت کا عام شیوہ تھا۔ بسا اوقات راویان اہل حق بھی اپنی نادانستگی کے سبب ایسی روایتیں سن کر بیان کرنے لگتے تھے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”منہاج السنۃ“، ”فتاویٰ“ اور ”اقتضاء الصراط المستقیم“ میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”تہذیب التہذیب“ اور ”لسان المیزان“ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

نیز ان مجہول راویوں اور ضعیف سندوں کے سوا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زمانوں میں اس توسیع نفقہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے برعکس امام محمد بن وضاح نے اپنی کتاب ”البدع المنہی عنہا“ (ص: ۴۵) میں امام یحییٰ بن یحییٰ (المتوفی ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے:

”میں امام مالک کے زمانے میں مدینہ منورہ اور امام لیث

وابن القاسم وابن وهب کے ایام میں مصر میں موجود تھا اور یہ دن (یومِ عاشوراء) وہاں آیا تھا مگر کسی سے میں نے اس توسیعِ نفقہ کا ذکر تک نہیں سنا۔ اگر ان کے ہاں کوئی ایسی روایت ہوتی تو باقی احادیث کی طرح اس کا بھی وہ ذکر کرتے۔“

امام ابن وضاح اور یحییٰ بن یحییٰ تیسری صدی کے بلند پایہ محدث و فقیہ ہیں۔ ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل، جس کسی کا تھا، بلا ثبوت تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سلف کا زمانہ دوسری بدعات کے ساتھ ”توسیعِ نفقہ“ سے بھی خالی تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دس محرم کو خاص کھانا پکانا وغیرہ من جملہ بدعات و منکرات ہے۔ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہ تھا۔ نہ مسلمانوں کے کسی امام نے اس کو مستحب اور کارِ ثواب سمجھا نہ امام مالک، احمد، شافعی، اسحاق بن راہویہ وغیرہ دیگر ائمہ مسلمین رضی اللہ عنہم نے۔“ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/۲۵۴)

نیز فرماتے ہیں:

”یومِ عاشوراء کو شیعوں نے ماتم وغیرہ کی بدعت نکالی اور ناصبیوں نے سرمہ لگانا، غسل کرنا، عیال پر کشادگی کرنا وغیرہ مشروع قرار دیا۔ یہ ایک بدعت ہے جو دشمنانِ حسین رضی اللہ عنہ نے نکالی اور وہ ایک بدعت ہے جسے محبانِ حسین رضی اللہ عنہ نے وضع کیا اور جو بھی بدعت ہو وہ گمراہی ہے۔ ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ ائمہ اسلام نے اس کو پسند کیا ہے نہ اُس کو۔ اور ان دونوں بدعتوں میں سے کسی کے لیے کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یومِ عاشوراء کو صرف روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھا جائے۔“

(منہاج السنۃ: ۲/۲۳۸)

۴: حافظ بیہقی نے مجمع الزوائد میں ”باب فی صیامِ عاشوراء“

کے تحت یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رجب ایک عظیم الشان مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیاں چند در چند کرتا ہے۔ پس جو شخص ماہِ رجب میں ایک دن روزہ رکھ لے اس نے گویا ایک سال روزہ رکھا اور جو اس مہینے میں سات دن روزہ رکھ لے اس سے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جو آٹھ دن روزہ رکھ لے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو دس دن روزہ رکھ لے، اللہ تعالیٰ اس کی ہر مانگ پوری کر دے گا اور جو اس مہینے کے پندرہ دن روزہ رکھ لے تو اس کے لیے آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ تیری گزری ہوئی ساری خطائیں معاف کر دی گئیں، اب تُو اپنے اعمال کے نئے کھاتے پر نظر کر اور جو شخص اس مہینے میں پندرہ دن سے بھی زیادہ روزہ رکھے گا اسے اسی حساب سے مزید صلہ ملے گا۔ اسی ماہِ رجب میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار کیا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام اور جملہ سوارانِ کشتی نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ وہ کشتی سات مہینے تک بہتی رہی۔ ساتویں مہینے (محرم) میں عاشوراء کے دن جو دی پہاڑ پر رک گئی اور سب نیچے اتر آئے اور بطورِ شکر الہی نوح علیہ السلام جملہ مومنین اور کشتی پر سوار تمام چرند و پرند نے اس دن روزہ رکھا۔ یہی یومِ عاشوراء ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا اور آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور اسی مبارک دن میں قومِ یونس علیہ السلام کی بھی توبہ قبول ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام بھی اسی مبارک دن میں پیدا ہوئے۔“

حافظ بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس حدیث کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اس

کا ایک راوی عبدالغفور ہے جو متروک ہے۔“ (۱۸۸/۳)

ہمیں اس طویل حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کرنا تھا جو یومِ

آجانے کے سبب قوت ملنے کی جو بات مشہور ہے وہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ حدود و قیود ہیں۔ حافظ ابن الصلاح کے یہ الفاظ پڑھیے، فرماتے ہیں:

ليس كل ضعف في الحديث يزول بمجيئه
من وجوه بل ذلك يتفاوت - فمنه ما يزيله
ذلك بان يكون ضعفه ناشئا من ضعف حفظ
راويہ ولم يختل فيه ضبط له وكذلك اذا كان
ضعفه من حيث الارسال زال بنحو ذلك
كما في المرسل الذي يرسله امام حافظ اذ
فيه ضعف قليل يزول بروايته من وجه آخر
ومن ذلك ضعف لا يزول بنحو ذلك لقوة
الضعف وتقاعد هذا الجابر عن جبره
ومقاومته وذلك كالضعف الذي ينشأ من
كون الراوي متهما بالكذب او كون
الحديث شاذاً . وهذه جملة تفاصيلها تدرك
بالمباشرة والبحث . فاعلم ذلك فانه من
النفائس العزیزة . (مقدمه علوم الحديث لابن
الصلاح، ص: ۳۰، ۳۱، طبع حلب ۱۹۶۶ء)

بنابریں سیوطی کی ذکر کردہ ان واہی سندوں سے اس موضوع یا علی سبیل التزل اس ضعیف ترین روایت کو کیا قوت مل سکتی ہے؟
عاشوراء کے دن کوہِ جودی پر کشتیِ نوح کے ٹھہرنے اور نوح علیہ السلام کے اس دن روزہ رکھنے کا ذکر مسند احمد (۲/۲۵۹) میں بھی ہے۔ مگر یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عبد الصمد کو امام احمد رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے اور عبد الصمد نے اس حدیث کو اپنے باپ حبیب بن عبد اللہ الازدی سے روایت کیا ہے اور اس کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) (جاری ہے)

عاشوراء سے متعلق ہے۔ مگر ہم نے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پوری حدیث ذکر کر دی تاکہ اسی ضمن میں انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اسلام کے نادان دوستوں اور دانا دشمنوں کی تنگ و تاز کچھ یوم عاشوراء و محرم ہی تک محدود ہو کر نہیں رہ گئی تھی بلکہ ان ظالموں نے دوسرے مہینوں کو بھی اپنی خن ساز یوں کا نشانہ بنایا ور ماہ و روز ہی پر کچھ موقوف نہیں، شریعت کا وہ کون سا گوشہ ہے جو ان کی کرم فرمائی سے محفوظ رہا ہو اور وہ کون سا موضوع ہے جس پر ان حضرات نے طبع آزمائی نہ کی ہو؟

کاش ہمارا دفتر حدیث ان ظالموں کی طبع آزمائیوں سے محفوظ رہتا تو شاید اس ملت کو افتراقِ ملت کا یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا اور یہ خیر امم بدعات ”ظلمات بعضها فوق بعض“ میں سر تاپا غرق نہ ہوئی ہوتی۔

اللہ جزائے خیر دے ہمارے ان بزرگوں کو جنہوں نے شب و روز کی محنت شاقہ برداشت کر کے ایک ایک راوی کا کھوج لگایا اور ہر ایک کی حیثیت واضح کی۔ سچ کو جھوٹ سے اور صحیح کو سقیم سے ممتاز کیا اور ایسا مستقل فن اسماء الرجال ایجاد کیا جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اس زیرِ نظر حدیث کی بابت آپ نے پیشی کا ریمارک پڑھا کہ اس کا ایک راوی عبد الغفور ہے جو متروک ہے اور متروک راوی کی روایت مردود روایات کے خانے میں آتی ہے۔ یہ روایت ہرگز اس لائق نہیں کہ اسے قبول کیا جائے۔

سیوطی نے الآمالی المصنوعہ (ص: ۳۷۲) میں اسی روایت کو کچھ فرق کے ساتھ شعب الایمان للہیثمی اور ابن عساکر و تفسیر ابن جریر کے حوالے سے الگ الگ سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سند مجہول و متروک راویوں سے محفوظ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض وضاع و کذاب رواۃ بھی اس میں آگئے ہیں اور ایسے راویوں کی روایت نہ خود مقبول ہوتی ہے نہ کسی روایت کو مقبول بنا سکتی ہے۔ میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی ضعیف روایت سے دوسری ضعیف کو یا کسی ضعیف روایت کو متعدد طرق سے

معاشرے کو مثالی بنانے والے اللہ کے دس احکام

مولانا فضل الرحمن بن محمد الازہری رحمۃ اللہ علیہ

خیال رکھو خواہ وہ کسی قریبی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو۔ یہ ہے وہ جس کی اس نے تمہیں وصیت کی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

..... ﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا لہذا اس پر گامزن ہو جاؤ اور دوسری راہوں کو اختیار نہ کرو۔ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی۔ یہ ہے وہ جس کی اس نے تمہیں وصیت کی تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

تشریح:

سورۃ الانعام کی ان تین آیات کے مطابق جس معاشرے میں عمل ہوگا وہ دنیا کا بہترین معاشرہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جن شیطانی اعمال سے ان آیات میں روکا ہے اسلام سے پہلے وہ دنیا کے تمام معاشروں میں ہوتے تھے۔ اللہ نے سب سے پہلے اپنے دین حق کے ذریعے اہل عرب کی اصلاح فرمائی۔ پھر یہی اصلاحی سوچ اسلام کے ساتھ دنیا میں پھیل گئی۔ لیکن جب اہل اسلام کی قوت زوال پذیر ہوئی تو اہل دنیا پھر شیطان کی پیروی کرتے ہوئے حق سے دور ہونے لگے اور ممنوعہ کاموں میں رغبت رکھنے لگے اور فتنہ و فساد کا سلسلہ پھر سے رنگ دکھانے لگا۔

زیر تشریح تین آیات کی اہمیت و وضاحت:

ان آیات کے نزول کے وقت اہل مکہ نے اللہ کے کئی شریک بنا رکھے تھے۔ حلال و حرام کی تقسیم کا انھوں نے اپنا قانون نافذ کیا ہوا

..... ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطْنٌ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

”آپ کہہ دیں آؤ میں تمہیں وہ پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو فقر کے خوف سے قتل نہ کرو تمہیں اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تم بے حیائی والے کاموں کے نزدیک نہ جاؤ جو ان میں ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں اور نہ اس نفس کو قتل کرو جس کو اللہ نے حق کے سوا قتل کرنا حرام کیا۔ یہ ہے وہ جس کی اللہ نے تمہیں وصیت کی تاکہ تم عقل کرو۔“

..... ﴿وَ لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْبَيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَ بَعْدَ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

”اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ طریقہ اچھا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کرو تو عدل کا

تھا۔ بے حیائی والے تمام کام ان کے ہاں ہوتے تھے۔ قتل و غارت کا عام رواج تھا۔ عدل و انصاف کا کوئی تصور نہ تھا۔ قوت و طاقت والے جو چاہتے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے کو برائیوں سے بچانے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔

تفسیر ابن کثیر میں عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی اس آخری وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی ہے وہ ان تین آیات کو پڑھ لے۔

تفسیر طبری (پ: ۸، ص: ۸۶) اور المستدرک (۲/۳۱۷) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سورۃ الانعام میں ایسی محکم آیات ہیں جو ام الکتاب یعنی قرآنی قانون کی اصل بنیاد ہیں۔ پھر انھوں نے مذکورہ تین آیات کی تلاوت کی۔

المستدرک (۲/۳۱۸، کتاب التفسیر) میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: کون ہے جو ان آیات پر مجھ سے بیعت کرے۔ پھر آپ نے ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ﴾ والی آیات پڑھنے کے بعد فرمایا: جو ان باتوں کا اقرار کرتے ہوئے ان کے مطابق عمل کرے اللہ پر اس کا اجر ثابت ہو جائے گا اور جو تعمیل میں کوتاہی کا مرتکب ہوگا ممکن ہے اللہ اس کو دنیا میں ہی سزا دے اور اگر اس کو آخرت تک مؤخر کر دے تو اس کی مرضی ہے کہ اسے عذاب میں مبتلا کرے یا معاف کر دے۔

عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت سے یہ بھی مروی ہے آپ نے فرمایا: کون ہے جو شرک نہ کرنے پر مجھ سے بیعت کرے۔ کیونکہ شرک ہی ایسا عمل ہے کہ اگر مشرک توبہ نہیں کرتا اور شرک پر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو جنت میں داخل ہونا اس کو نصیب نہ ہوگا۔

دس احکام:

۱..... اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا:

تین آیات میں جن دس احکام کا ذکر ہوا ہے ان میں سے پہلا حکم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے بچنا ہے۔ کیونکہ شرک کو اللہ نے ظلم عظیم فرمایا ہے۔ اس لیے مشرک کی سزا بھی عظیم ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرمائی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء: ۴/۱۱۶]

”بے شک اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بلاشبہ بہت دور کی گمراہی میں گمراہ ہو جاتا ہے۔“

۲..... والدین کے ساتھ احسان کرنا:

دوسرا حکم والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ ان کی دیکھ بھال کا حق ادا کرنا ہے کیونکہ ہر انسان کا دنیا میں آنے کا ذریعہ اس کے والدین ہی ہوتے ہیں۔ سورۃ الاحقاف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ [الاحقاف: ۱۵]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت کی۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف سے اس کو جنم دیا۔“

سورۃ لقمان میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان: ۱۴، ۱۵]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود پیٹ میں اٹھایا اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اگر وہ کوشش کریں کہ تُو میرے ساتھ شرک

کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کی اطاعت نہ کر لیکن دنیا میں معروف طریقہ پر ان کے ساتھ رہنا۔“
اس آیت مبارکہ میں مشرک والدین کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے، یعنی دین کے اختلاف کی بنا پر ان کی دیکھ بھال ترک نہیں کی جائے گی۔

جب والدین نیک ہوں، نیکی کی طرف لگانے اور شرک سے بچنے کی تلقین کرنے والے ہوں تو ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری، باب عقوق الوالدین من اکبر الکبائر (ص: ۸۸۴) میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے خبر نہ دوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: قول الزور یعنی ہر وہ بات جو شریعت میں ممنوع ہو۔ آپ تکرار سے یہ فرماتے رہے۔

باپ کے بارے میں ترمذی ابواب البر الصلۃ (۲۰/۲) میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد۔

”رب کی ناراضی میں ہے اور رب کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔“
ترمذی میں ہی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

الوالد اوسط ابواب الجنة فإن شئت فاضع ذلك الباب او احفظه۔

”باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیان والا بہترین دروازہ ہے۔ اس دروازہ کو چاہو تو ضائع کر دو اور چاہو تو حفاظت کرو۔“

معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت جنت کی ضمانت ہے۔

۳..... اولاد کو قتل نہ کرنا:

تیسرا حکم اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ اہل عرب فقر و فاقے کے خوف سے یا عزت کے داغ دار ہونے کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت نیک صالح اولاد ہے۔ جو والدین کی زندگی میں ان کی خدمت کرتی ہے اور ان کے فوت ہونے پر ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتی ہے اور نسل انسانی کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اولاد کو قتل کرنے والے شیطانی عمل کو اللہ نے خطا کبیرہ فرمایا۔ ربی بات رزق کی تنگی کی تو رب العالمین نے ہر ذی روح کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے جو انسان پیدا ہوتا ہے اس کا رزق اس کے ساتھ ہی آتا ہے جو اس کی زندگی میں جہاں ہوتا ہے پہنچتا ہے۔

ابن ماجہ، ابواب التجارات، ص: ۱۵۵ پر جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرتے رہو۔ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا جب تک دنیا سے اپنی روزی پوری نہ کر لے خواہ وہ اس کی فکر نہ کرے۔ لہذا اللہ سے ڈرتے رہو اور رزق کی طلب اچھے طریقے پر کرتے رہو۔ جو حلال ہو وہ لے لو اور جو حرام ہو اس کو چھوڑ دو۔

المستدرک (۲۸۴/۲) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان اولادکم هبة الله .))

”بے شک تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تحفہ ہے۔“

لہذا اللہ کے تحفے کو ضائع کرنے اور اس کو قتل کرنے سے بڑا گناہ کیا ہوگا!

۴..... ظاہری اور پوشیدہ فحاشی سے بچو:

چوتھا حکم ظاہری اور پوشیدہ فحاشی کے کاموں سے بچنا ہے۔ اہل عرب کھلے زنا کو تو معیوب سمجھتے تھے لیکن پوشیدہ زنا پر اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مروجہ تورات اور انجیل میں بھی زنا

حرام ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کاموں میں شمار کیا۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

”زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بے شک یہ فحاشی کا کام اور بری راہ ہے۔“

سورۃ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے وہ بیان کر دیا جو لوط علیہ السلام نے

اپنی قوم سے کہا:

﴿وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

[العنکبوت: ۲۸]

”بے شک فحاشی کا جو کام تم کرتے ہو جہانوں میں کوئی ایک بھی اس میں تم سے سبقت نہیں لے سکا۔“

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے اعلان کرایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ [الاعراف: ۳۳]

”آپ کہہ دیں بے شک میرے رب نے ظاہر اور پوشیدہ فحاشی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ امت محمدیہ میں بھی یہ بیماری پھیلے گی اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں متنبہ کر دیا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۱۹]

”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحاشی پھیلان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ لوط علیہ السلام کی قوم کے ساتھ جو ہوا اس کو یاد رکھیں۔ سورۃ ہود میں ان کی تباہی کا ذکر یوں ہوا:

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ﴾ [ہود: ۸۲]

”پس جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر والے حصے کو نچلے والا کر دیا (اس بستی کو الٹ دیا) اور ان پر تہ بہ تہ نوکیلے پتھروں کی بارش برسائی۔“

اسلام نے شادی شدہ زانیہ کو رجم کرنے اور غیر شادی کو سو سو درجے مارنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دین حق کے ذریعے فحاشی کا قلع قمع کر دیا۔

۵..... کسی کو ناحق قتل نہ کرنا:

پانچواں حکم کسی کو ناحق قتل نہ کرنے کے بارے میں ہے۔ کیونکہ طاقت ور لوگوں کا ہمیشہ معمول رہا ہے کہ جوان کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرتا یا ان کے کسی عمل میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے اس کو قتل کرنا یا کرانا ان کے نزدیک ان کا حق ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ خالق و مالک کے نزدیک ہر جان بڑی عزیز ہوتی ہے۔ سورۃ المائدہ میں اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدہ: ۳۲]

”بلاشبہ جس نے قصاص کے علاوہ یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے کسی ایک نفس کو مارا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا (یعنی قتل ہونے سے بچایا) گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔“

جس دین کی یہ تعلیم ہو اور اس کا ایسا قانون ہو جس میں کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے اس دین کو دہشت گردی کا مذہب کہہ کر اس کو ختم کرنے یا منسوخ کرنے کے درپے تو تیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتیں۔ اسلام نے تو ظلم کو ختم کر کے امن و امان کا ایسا سلسلہ قائم کیا جس میں مال جان اور عزتیں محفوظ ہو گئیں۔

(باقی آئندہ)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(۲۵ جون ۱۹۵۷ء - ۱۰ نومبر ۲۰۲۳ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی



ایشیخ مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات علمی حلقوں کے لیے شدید دھچکے سے کم نہیں۔ آپ رحمہ اللہ محقق علماء میں ممتاز مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کو کہ انھوں نے بیشتر علماء کے حالات تحریری شکل میں محفوظ کر کے بہت سوں کی مشکل کو آسان کر دیا ہے۔ پیش نظر ایشیخ رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی بھی مولانا بھٹی رحمہ اللہ کی کتاب ”گلستان حدیث“ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ چونکہ یہ حالات مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زندگی میں طبع ہو چکے تھے، اس لیے بھٹی صاحب نے حال کے صیغوں میں تذکرہ کیا ہے۔ ہم نے حال کے صیغوں کو نہیں بدلا بلکہ انھیں اپنی اصل پر ہی باقی رکھا ہے، قارئین اسی تناظر میں اسے دیکھیں۔ (ادارہ)

میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (عربی) کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔

حافظ زبیر علی زئی کو ابتداءً عمر ہی سے مطالعے کا شوق تھا۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۴ء تک کے درمیانی عرصے میں انھوں نے صحیح بخاری کی پہلی جلد پڑھی اور پھر دوسری جلد پڑھی۔ اسی زمانے میں عامل بالحدیث ہو گئے اور تحریری و تقریری کی صورت میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دینیات کی تعلیم انھوں نے جن حضرات سے حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- ①..... مولانا فیض الرحمن ثوری (وفات: ۲۳ رجب ۱۴۱۷ھ / ۵ دسمبر ۱۹۹۶ء)
- ②..... پیر سید بدیع الدین راشدی (وفات: ۱۶ شعبان ۱۴۱۶ھ / ۸ جنوری ۱۹۹۶ء)
- ③..... پیر سید محبت اللہ شاہ راشدی (وفات: ۹ شعبان ۱۴۱۵ھ / ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء)
- ④..... مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (وفات: ۹ صفر ۱۴۰۸ھ / ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ (1563) 15 تا 21 نومبر 2013ء)

میانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمک دار آنکھیں، گھنی داڑھی، کچھ چوڑا چہرہ۔ لباس شلووار قمیص۔ یہ ہیں حافظ زبیر علی زئی۔

ان کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ کا نام پیر داد خاں تھا جو کسی زمانے میں افغانستان کے شہر غزنی کی سکونت ترک کر کے صوبہ سرحد کے ضلع انک کے ایک مقام حضرو کے قریب آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں انھوں نے اپنے نام سے ایک گاؤں ”پیر داد خاں“ آباد کیا۔ اسی گاؤں میں ۲۵ جون ۱۹۵۷ء کو زبیر علی زئی پیدا ہوئے۔ علی زئی ان کے قبیلے کا نام ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کے والد کا اسم گرامی حاجی مجدد خاں ہے۔ حاجی صاحب ممدوح کا سال ولادت ۱۹۲۶ء ہے۔ وہ اس علاقے کی مذہبی اور سماجی شخصیت ہیں۔ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں اور کافی عرصہ ضلع انک کی جماعت اسلامی کے امیر بھی رہے۔

حافظ زبیر علی زئی نے پہلی جماعت سے ایف اے تک باقاعدہ سکول اور کالج میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں پرائیویٹ طور پر پی اے کیا اور ۱۹۸۳ء میں ایم اے (اسلامیات) کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۴ء

۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء

۵..... حافظ عبدالمنان نور پوری (وفات: ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء)

۶..... مولانا اللہ داتا سوہدروی (ان سے بہت استفادہ کیا)

۷..... مولانا عبدالغفار حسن (وفات: ۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ)

۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء

۸..... مولانا محمد ایوب شینکوی

۹..... شیخ ابوعائشہ صابر بن اشرف نثار چوی۔

۱۰..... حافظ عبدالسلام بن حافظ محمد بھٹوی (استاذ دارالعلوم مرید کے، ضلع شیخوپورہ)

۱۱..... حافظ عبدالحمید ازہر (اسلام آباد)

۱۹۹۰ء میں حافظ زبیر علی زئی نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ (گوجراں والا) میں دورہ حدیث کیا اور جامعہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ وفاق المدارس السلفیہ (فیصل آباد) کا امتحان بھی پاس کیا۔

حافظ زبیر علی زئی کو پشتو، ہندکو، اردو، انگریزی، عبرانی اور عربی زبانوں میں لکھنے اور بولنے میں عبور حاصل ہے۔ فارسی زبان پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس میں گفتگو کرنا اور بہ صورت تحریر اظہار مدعا کرنا مشکل ہے۔ موجودہ دور کے علماء میں میرے خیال میں یہ واحد عالم دین ہیں جنہیں عبرانی زبان سے آشنائی ہے۔

اپنے مسلک کے پر عزم اور سرگرم مبلغ ہیں۔ اس باب میں کسی کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ۱۹۸۳ء میں ان کے علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی، اب گیارہ مسجدیں ہیں جو حافظ زبیر علی زئی کی کوشش اور تبلیغ سے تعمیر ہوئیں۔ ان تمام مسجدوں میں کسی نہ کسی سطح کے مدرسے جاری ہیں جن میں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور قال اللہ وقال الرسول کی دل آویز صدائیں لوگوں کے کانوں میں پڑتی ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی کی تبلیغ کی سے بریلوی اور دیوبندی حضرات مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہوئے۔ لوگوں کے ذہن تقلیدی جمود سے آزاد

ہوئے اور ان میں تحقیق مسائل کا ذوق پیدا ہوا۔

حافظ زبیر علی زئی نے طبیعت مناظرانہ پائی ہے اور متعدد مقامات میں مناظروں میں حصہ لیا یا خود مناظرے کیے۔ چند مناظروں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۵..... ۱۹۹۷ء کی بات ہے کہ اٹک میں عیسائیوں کے مذہبی سکول زید بی آئی میں مناظرہ ہوا، جس میں حافظ عبدالحمید ازہر، ڈاکٹر پروفیسر طالب الرحمن شاہ اور مولانا محمد رفیق سلفی موجود تھے۔ دوران مناظرہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے شجرہ نسب کے موضوع کے متعلق عیسائی مناظر نے انجیل کے عبرانی نسخے کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ اس مسئلے کا اصل متن اور ماخذ ہے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ کوئی مسلمان عالم عبرانی زبان نہیں جانتا لہذا اس مجمعے میں اس کا رعب پڑ جائے گا۔ زبیر علی زئی عبرانی جانتے ہیں۔ انھوں نے عیسائی مناظر سے انجیل لی اور انجیل کے اسی نسخے کی دو الگ الگ عبارتیں پڑھ کر عیسیٰ بن مریم کے شجرہ نسب کے بارے میں تناقض ثابت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مناظر میدان چھوڑ گئے اور بعض عیسائی مسلمان بھی ہو گئے۔

۶..... اٹک شہر ہی میں مرزائیوں سے مناظرہ ہوا، جس میں مرزائی مناظر کی دلیلوں کے قدم ڈمگانے لگے تو امتیاز احمد نام کے ایک مرزائی نے مرزائیت ترک کر کے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ دوسرے مرزائیوں نے ایک اور مناظر لانے کا بہانہ کر کے جان چھڑائی۔

۷..... کوہاٹ جنگل خیل میں ماسٹر امین اوکاڑوی سے پروفیسر ڈاکٹر طالب الرحمن کا مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں حافظ زبیر علی زئی پروفیسر صاحب کے معاون تھے۔ اس مناظرے کا انعقاد ایک شخص سلطان صاحب نے کرایا تھا۔ مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ اس کے فوراً بعد سلطان صاحب نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔

۸..... حضرو کے دیوبندی حضرات سے تقلید کے موضوع پر ہری پور (ہزارہ) میں حافظ زبیر علی زئی کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر

سال سے جاری ہے، اس کے زیادہ تر مضامین انہی کے تحریر فرمودہ ہوتے ہیں۔ وہ تحقیق سے لکھتے ہیں اور صاف الفاظ میں باحوالہ اپنے نقطہ نظر کی صراحت کرتے ہیں۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں اور ان کی تصانیف کی تعداد ماشاء اللہ خاصی دور تک پہنچ چکی ہے اور یہ سلسلہ اللہ کے فضل سے جاری ہے۔

ان کی تصانیف کی جو فہرست میرے پاس موجود ہے، اس میں اردو اور عربی دونوں زبانوں کی تصانیف کے نام مندرج ہیں۔ چار پانچ کے سوا اردو کتابوں کے نام بھی عربی قسم کے ہیں۔ ملاحظہ ہوں پہلے اردو کتابوں کے نام:

- ①..... نور العینین فی اثبات رفع الیدین (مطبوع)
- ②..... القول الصحیح فی ماتوا تر فی نزول المسیح (مطبوع)
- ③..... تخریج نماز نبوی (مطبوع)
- ④..... تسہیل الوصول فی تخریج احادیث صلاة الرسول (مطبوع)
- ⑤..... نور القمرین: ”حدیث اور اہل حدیث“ کے ایک باب کا مکمل جواب (مطبوع)
- ⑥..... الکواکب الدریة فی وجوب الفاتحة خلف الامام فی الجہریة (مطبوع)
- ⑦..... جنت کا راستہ (مطبوع)
- ⑧..... ہدیة المسلمین: چالیس حدیثیں (مطبوع)
- ⑨..... تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
- ⑩..... نور المصابیح: تراویح (مطبوع)
- ⑪..... تخریج ریاض الصالحین (مطبوع)
- ⑫..... تخریج فتاویٰ اسلامیہ (۲، ۳، ۴ مجلدات)
- ⑬..... تخریج احادیث: الرسول کانک تراہ (مطبوع)
- ⑭..... البوارق المرسلۃ علی ظلمات التبصرۃ
- ⑮..... ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب

قاری جن محمد تھے جنہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ مناظرے کی کیٹیں موجود ہیں۔

⑩..... ”جماعت المسلمین“ کے بانی ڈاکٹر مسعود احمد بی ایس سی اپنی جماعت کے ارکان کے سوا سب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں ڈاکٹر مسعود کے بیٹے سلیمان کے مکان پر حافظ زبیر علی زئی کا ان سے مباحثہ ہوا۔ مسعود صاحب لا جواب ہو گئے تو حضرو کی ”جماعت المسلمین“ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس سے تعلق ختم کر کے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔

⑪..... کراچی میں اسی جماعت کے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ان کی مسجد میں حافظ زبیر علی زئی نے مناظرہ کیا۔ عثمانی صاحب اپنے کمزور ترین موقف کا دفاع نہ کر سکے تو وہیں ان کے گروہ کے بہت سے لوگ اس عقیدے سے تائب ہو گئے۔

اختصار کے پیش نظر یہاں چند مناظروں کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کے مختلف مقامات پر دینی معاملات میں بہت سے لوگوں سے مباحثے اور مناظرے ہوئے، جن میں انھوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کی اور اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

حافظ زبیر علی زئی سے ملاقات تو بے شمار دفعہ ہوئی اور مختلف مسائل سے متعلق ان سے گفتگو بھی ہوئی۔ لیکن ان کے ہاں جانے اور ان کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ سنا ہے ان کا کتب خانہ تفاسیر قرآن، علوم قرآن، کتب حدیث، رجال حدیث، شروحات احادیث، کتب لغت اور مختلف فرقوں سے متعلق کتابوں کے اچھے خاصے ذخیرے پر مشتمل ہے۔ اور یہی ان کا اصل موضوع ہے۔ اپنے کتب خانے کا نام انھوں نے ”المکتبۃ الزبیریہ“ رکھا ہے۔

حافظ صاحب ممدوح کا مسکن حضرو ہے اور وہاں ان کا اصل کام تصنیف وتالیف ہے اور وہ اسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک مدرسہ بھی انھوں نے قائم کیا ہے۔ ان کا ماہانہ رسالہ ”الحدیث“ کئی

متن کی تصحیح و تحقیق، احادیث کی تخریج و تحقیق و حکم بہ لحاظ صحت وضعف، لغوی شرح، فقہی فوائد، فرق ضالہ پر رد، مرویات ابوداؤد عن طریق ابی داؤد کی تخریج

۳..... تسہیل الحاجة فی تخریج احادیث سنن ابن ماجہ (جلد)

۴..... تخریج المجتبى للنسائی، الصغرى (۳ جلدیں) الکبریٰ کے ساتھ مقارنہ

۵..... تخریج سنن ترمذی:
فی الباب کی روایات کی بھی تخریج، تخریج شامل ترمذی، تخریج کتاب العلل۔

۶..... تخریج النهاية فی الفتن والملاحم، مطول (مجلد)

۷..... تخریج النهاية فی الفتن والملاحم مطول (مجلد)

۸..... تخریج کتاب الجہاد لابن تیمیہ (مجلد)

۹..... تخریج سیرت ابن ہشام/ العقد التمام (مجلد)

۱۰..... تحفة العلماء فی تخریج کتاب الضعفاء للبخاری (مجلد)

بہترین قلمی نسخے سے تحقیق و تخریج اور راویوں پر حکم بلحاظ جرح وتعدیل مطبوعہ نسخے کے ساتھ مقارنہ۔ اقوال بخاری کی تخریج، قلمی نسخے میں ایسے بہت سے راوی ہیں جو کہ مطبوعہ میں موجود نہیں۔

۱۱..... تخریج احادیث منہاج المسلم للجزائری (مجلد)

۱۲..... السراج المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار تفسیر ابن کثیر (۳ جلدیں نامکمل)

۱۳..... الاسانید الصحيحة فی اخبار الامام ابی حنیفة پسند فرمودہ حضرت سید ابو محمد بدیع الدین الراشدی السندھی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴..... تحقیق و تخریج احادیث: اثبات عذاب القبر للبیہقی (از مخطوطہ، مجلد)

مقدمہ از قلم مولانا سید ابوالقاسم محبت اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵..... تلخیص کامل ابن عدی (مجلد)

۱۶..... القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)

۱۷..... اکاذیب آل دیوبند

۱۸..... سوال وجواب ماہنامہ ”شہادت“ اسلام آباد

۱۹..... نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود

سلطان محمود حضور کے علاقے کے بریلوی عالم ہیں، اس کتاب میں فقہ حنفی کے بعض مسائل کا رد کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ مسائل قرآن وحدیث اور خلفائے راشدین کے خلاف ہیں۔

۲۰..... السنن والمبتدعات: ترجمہ از عربی کتاب عمر بن عبد اللہ بن عبد المنعم۔

۲۱..... تلخیص الاحادیث المتواترہ مع شرح

۲۲..... عصر حاضر کے چند کذاہین کا تذکرہ

۲۳..... التأسيس فی مسئلة التدليس

۲۴..... ترجمۃ الانوار فی شمائل ابن المختار للبعوی
ان کتابوں کے علاوہ الاعتصام، اہل حدیث، الاسلام، محدث اور شہادت وغیرہ رسائل وجرائد میں ان کے بہت سے مضامین شائع ہوئے۔

یہ چوبیس کتابیں ہیں جو اردو زبان میں لکھی گئی ہیں اور فاضل مصنف نے نہایت تحقیق سے لکھی ہیں۔ بعض کتابوں کی تخریج فرمائی ہے۔ یہ اور بھی محققانہ عمل ہے۔

اب ذیل میں حافظ زبیر علی زئی کی عربی تصانیف ملاحظہ فرمائیے:

۱..... تحقیق و تخریج احادیث مسند الحمیدی (قلمی مجلدان)

ساتویں صدی ہجری کے دو قلمی نسخوں کو بنیاد بنا کر تحقیق و تخریج احادیث کی گئی ہے۔ حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کے نسخہ دیوبندیہ مطبوعہ کی چار سو (۴۰۰) غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ نیز اس میں دیگر کتب احادیث سے امام حمیدی کی مرویات کی تخریج۔ فقہی وحدیثی فوائد

۲..... نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد وتخریج الاحادیث (۳ جلدیں)

اس تحقیق میں نیوی کی آثار السنن کی متدل روایات کا ضعف ثابت کیا گیا ہے اور ان کے مقابلے میں صحیح روایات پیش کی گئی ہیں۔ آثار السنن کے جواب میں یہ کتاب جامع اور از حد مفید ہے۔

۲۸..... تخریج الاربعین شیخ الاسلام ابن تیمیہ

۲۹..... تخریج شعار اصحاب الحدیث لابی احمد الحاکم

۳۰..... تحقیق و تخریج احمد بن منذری (از مخطوط)

بے شبہ حافظ صاحب مدوح موجودہ دور کی جماعت اہل حدیث کے عظیم محقق اور مصنف ہیں۔ وہ ملک رواں اور ذہن رسا کے مالک ہیں۔ ان کی نظر وسیع اور عمیق ہے، وہ جو کچھ لکھتے ہیں تحقیق سے لکھتے ہیں۔

بہر حال حافظ زبیر علی زئی کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ عربی اور اردو کے مصنف بھی ہیں، مترجم بھی ہیں، مدرس بھی ہیں، خطیب بھی ہیں، مناظر بھی ہیں۔ تخریج میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے علاقے حضرو اور اس کے گرد و پیش میں ان کی کوشش سے اہل حدیث کی متعدد مسجدیں بھی تعمیر ہوئی ہیں، جن میں باقاعدہ جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہے اور طلباء کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔

۱۶..... کلام الدار قطنی فی اسماء الرجال فی سننہ (مجلد)

۱۷..... تحقیق و تخریج جزء علی بن محمد الحمیری (جزء، مطبوع)

۱۸..... تخریج و تحقیق موطا امام مالک

۱۹..... تخریج و تحقیق بلوغ المرام

۲۰..... تخریج و تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

۲۱..... صحاح ستہ کامل فی مجلد تصحیح نسخہ سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ (مطبوع)

۲۲..... فی ظلال السنہ، سلسلہ فی سیاحۃ الامۃ اسلام آباد

۲۳..... أنوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة مع الادلة

۲۴..... کتاب الثقات والضعفاء والمتروکین من المعاصرين وغيرها (تحت التکمیل)

۲۵..... تخریج الانوار فی شمائل النبی المختار

۲۶..... تحقیق مسائل محمد بن عثمان بن ابی شیبہ (از مخطوط)

۲۷..... انوار السنن فی تحقیق آثار السنن

ضرورت کمپوزر

دار الدعوة السلفیہ ودفتر نفث روزہ الاعتصام، ۳۱- شیش محل روڈ لاہور، کے لیے ایک تجربہ کار کمپوزر کی ضرورت ہے۔ ان پیج اور کورل ڈراما میں کام کرنے والے کمپوزر جلد از جلد رابطہ کریں۔ مشاہرہ حسب لیاقت، باقی امور ملاقات کے وقت طے ہوں گے۔ (رابطہ کے لیے: 0300-9473913)

قاری شفیق الرحمن چنیوٹی کو صدمہ

مدرسہ تجوید القرآن والحديث اندرون شیراں والا گیٹ لاہور کے مدرس قاری شفیق الرحمن چنیوٹی کے والد گرامی نور الہی صاحب ۳ نومبر بروز اتوار قضائے الہی سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (محمد سلیم چنیوٹی، موبائل نمبر: 0333-4786507)

ابو حامد غزالی اور احیاء علوم الدین

مولانا عبدالمعین عبد الوہاب مدنی

قلم سے مقابلہ کیا۔ جب اختلافی مسائل، فقہ کی نادر الوقوع جزئیات کے لیے فقہ، علم کلام اور فلسفیانہ مباحث کو ”توحید“، بے سرو پا روایات و عبارت آرائی کو ”تذکیر“ اور ہر طرح کی پیچیدہ عبارتوں کو ”حکمت“ کا نام دیا جاتا تھا اور ستم یہ کہ ان الٹے ہوئے ناموں کے لیے قرآن وحدیث کے شواہد بھی پیش کیے جاتے تھے، اس وقت ابو حامد غزالی نے ان متغیر عناوین کی حقیقت کھولی اور تالیفات کا ایک خزانہ دنیا کے سامنے پیش کیا جن کی مجموعی تعداد کم وبیش ۹۵ ہے۔ موقع بہ موقع آپ نے کبھی فقہ، کبھی اصول فقہ، کبھی فلسفے کی تردید اور علم کلام کے ابطال اور کبھی زہد و تصوف کی تائید میں کتابیں لکھیں۔

مختلف موضوعات پر آپ کے قلم کے زور بیان اور پھر اس صدی کے تاریخی جائزے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس ماحول میں علم کے خوشہ چین تھے وہ حد درجہ فکری کج روی کا ماحول تھا۔ علم کلام، فلسفہ، تصوف اور باطنی علوم وعقائد کی گہری چھاپ لوگوں پر پڑی ہوئی تھی۔ چونکہ عنفوان شباب ہی سے آپ کی طبیعت میں تحقیقات ومعلومات کا خمیر ملا ہوا تھا۔ تقلید کی بندشوں سے آپ اپنے کو آزاد کرانا چاہتے تھے لہذا آپ نے اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے وقت کے مروجہ علوم کو خوب محنت سے سیکھا، ابن سینا کی کتاب الاشارات کو پڑھا، اصول اور علم اصول کو جوینی سے سیکھا، ابو حیان توحیدی اور اخوان الصفا کے رسائل، فارابی کی مؤلفات اور ابن مسکویہ کی تہذیب سے استفادہ کیا، ابو طالب کی تالیف قوۃ القلوب اور رسالہ قشیری نیز محاسبی وجنید کی کتابوں سے تصوف کی باریکیاں سیکھیں۔ ابو حامد فلسفی نے اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں لکھا ہے:

”میں کسی باطنی کو دیکھتا ہوں تو اس کی باطنیت پر کسی ظاہری

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی۔ آپ کی کنیت ابو حامد ہے۔ ۴۵۰ھ میں طوس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۴۶۵ھ تک طوس ہی میں احمد رازکائی سے تعلیم پائی۔ شیخ ابو نصر اسماعیلی سے مزید علم حاصل کرنے کے لیے جرجان کا سفر کیا، پھر نیشاپور تشریف لائے اور امام الحرمین جوینی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ ۳۴ سال کی عمر میں نیشاپور سے عراق میں معسکر پہنچے اور وزیر نظام الملک کے یہاں قیام کیا۔ ۴۸۴ھ میں وزیر نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے منصب پر فائز کیا، اس وقت فقہ اور اصول فقہ کے تین سو سے زائد طالب علم زیر تعلیم تھے، پھر بیہاوی یا باطنیوں کے خوف سے ۴۸۸ھ میں حجاز اور شام سے ہوتے ہوئے قدس پہنچے۔ ۴۹۸ھ میں فخر الملک علی بن نظام الملک وزیر نیشاپور کے حکم سے حجاز، دمشق، قدس اور اسکندریہ میں گزرا، دس سال بعد پھر نیشاپور واپس ہوئے۔ وہاں تدریس کا فرض ادا کیا اور دوبارہ جلد ہی طوس واپس ہو گئے۔ (طبقات بکی: ۱۰۸/۴)

پانچویں صدی کا نصف آخر علم وفن کا دور تھا۔ عقلی ودینی علوم بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہے تھے۔ اس مرحلے میں اگر ابو اسحاق شیرازی، ابو الوفاء ابن عقیل، عبد القادر جرجانی، ابو زکریا تمیزی اور ابو القاسم حریری نے اپنی ذوق ومزاج کے موافق علوم وفنون کی خدمت کی تو ابو حامد غزالی نے بھی اپنے فن کا خوب جوہر دکھایا۔ علماء کی بگڑتی ہوئی حالت، سلاطین کی بے راہ روی، عوام کی جہالت، فلسفیوں اور باطنیوں کے بے بنیاد اور پرہیزگار حملوں نے آپ کو خلوت سے جلوت میں لا کھڑا کیا۔ آپ نے اسلام پر ہونے والے جارحانہ حملوں، سازشوں اور قوانین کو بگاڑنے والوں کا زبان

کو دیکھتا ہوں تو اس کی ظاہریت، کسی فلسفی کو دیکھتا ہوں تو اس کے فلسفے کی باریکیوں، کسی متکلم کو دیکھتا ہوں تو اس کے علم کلام اور کسی صوفی کو دیکھتا ہوں تو اس کے تصوف کی باریکیوں کو جاننا چاہتا ہوں اور ان تمام کے اسرار و رموز پر پوری آگاہی چاہتا ہوں۔“ (المنقذ من الضلال، ص: ۵)

ان علوم مختلفہ کے شوقِ تعلیم نے غزالی کو شکوک و شبہات کا مریض بنا دیا۔ فلسفے کی گہرائی تک پہنچنے اور فارابی و ابن سیناء کی تالیفات کے بغور مطالعے کے بعد مقاصد الفلاسفہ کتاب لکھی تاکہ اپنے فکری و اعتقادی شبہات کا ازالہ کر سکیں لیکن نتیجہ غیر اطمینان بخش بلکہ مزید پریشان کن ثابت ہوا اور پھر آپ نے تہافت الفلاسفہ کتاب لکھی۔ شکوک و شبہات ہی کے اس دور میں ”اصناف الطالین“ کتاب تالیف کی جس میں متکلمین، فلاسفہ، باطنیہ اور صوفیہ چار فرقوں سے متعلق حقانیت کو ثابت کیا، آپ کا قول ہے:

میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہی حق پر چلنے والے ہیں۔ اگر حق ان سے باہر ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، تقلید کا سہارا نہیں لوں گا۔

چنانچہ آپ نے علم کلام سے ابتداء کی اور فلسفہ، باطنیہ پھر صوفیوں کے سارے طرق کو اچھی طرح پہچان لیا۔

(المنقذ من الضلال، ص: ۱۲-۱۴)

جس تقلید کا سہارا لینے سے اعراض کرنے کی بات آپ نے کہی ہے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

”اس تقلید سے میری مراد دینی علوم ہیں جو بہ طریق انبیاء تقلید ماخوذ ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اور ان کے معانی میں افہام و تفہیم سے جا بل ہوتے ہیں۔“

(احیاء علوم الدین: ۱۷۳)

غزالی کی فکری حیثیت کے بعض گوشے تو مذکورہ اقتباسات سے کسی حد تک واضح ہوتے ہیں تاہم ان کی تالیفات اور خاص کر احیاء العلوم پر تحقیقی نظر رکھنے والا اگر آپ کی فکری شخصیت کا تفصیلی جائزہ

لینا چاہے تو بہت آسانی سے اپنے مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی شخصیت کشف و تصوف اور منطق و فلسفے کی پیچیدگیوں میں الجھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ مکاشف صوفی اور فقیہ بھی ہیں، بایں طور کہ آپ نے علوم کو معاملہ اور مکاشفہ و حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ معاملہ سے مراد وہ علوم ہیں جو عوام کے لیے لائق اعتناء ہیں اور جن کا مدار فقہیات پر ہے۔ ان علوم پر جب آپ بحث کرتے ہیں تو مسئلے کی تمام باریکیوں کو ادھیڑتے ہیں، ائمہ کے اقوال بیان کرنے کے ساتھ ترجیحات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور جب یہی غزالی تصوف کا لبادہ اوڑھ کر کشف و کرامت کے لیے کاسرہ گدائی لیے پھرتے ہیں تو یقیناً، مکاشفہ اور حال کے مراحل کو سر بستہ راز بنا دیتے ہیں۔ نبوت کی حقیقت، وحی کے درجات و مراتب اور اس کے اسرار سے خواص کو آگاہ کرتے ہیں، آپ ان دونوں علوم کو موقع بہ موقع ذکر کرنے کے ساتھ یہ کہا کرتے ہیں:

”یہ بات علوم مکاشفہ سے متعلق ہے، علوم معاملہ کے لائق نہیں ہے۔“ (احیاء علوم الدین: ۸۸/۱)

اسی لیے آپ فقہاء کے وصف میں کہتے تھے:

”یہ لوگ زمین کی زینت ہیں اور علمائے باطن ملکوت و سماء کی زینت ہیں۔ ان کے علوم کا سرچشمہ دل کی وہ پنہائی ہے جو عالم ملکوت پر جھانکتی ہے۔“ (احیاء علوم الدین: ۲۲، ۲۱/۱)

تصوف کے اعلیٰ مرتبے تک پہنچنے والے کے لیے آپ نے یہ اوصاف بتائے ہیں کہ وہ

”صلاح، فقر، لباس صوفیاء، صنعت و حرفت اور حرکت و عمل سے بیزاری کا مرتفع ہو۔“ (احیاء علوم الدین: ۱۵۳/۲)

آپ نے سادگی اور تلاوت قرآن کی تاثیرات کا موازنہ ایک افتراضی سوال کے بعد یوں کیا ہے کہ گانا و قوالی سات اعتبار سے قرآن سے بہ حیثیت تاثیر زیادہ موثر ہے، (دو ایک کو مثال کے طور پر یہاں پیش کیا جا رہا ہے):

۱: قرآن کی ساری آیتیں سامعین کے حال کے مناسب نہیں

منسلک کر دیا جائے تو دل پسندی کے ساتھ ساتھ آسان بھی ہوں گے کیونکہ دونوں آوازیں مخلوق کی ہیں جو ہم شکل ہیں، لہذا ان قصائد سے پسندیدگی کے بقیہ مظاہر کا مشاہدہ کرنا ہمارے لیے زیادہ خوشی کی بات ہے، بہ نسبت اس کے کہ ہم اللہ کے کلام سے خوش ہوں۔ (احیاء علوم الدین: ۲/۲۹۸-۳۰۱)

ہر منصف مزاج اور سلیم الطبع قاری ان اقوال و وجوہات کو پڑھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جن اصحاب طریقت و معرفت اور سلوک و وجد کے اعیان کا علوم شریعت اور قرآن کے بارے میں یہ نظریہ ہو اس کے مداح و مریدین اور معتقدین کس دین کو عملی جامہ پہنائیں گے، دین محمدی یا فکر غزالی کو، اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ۝﴾

[القمر: ۲۲]

”اور ہم نے قرآن سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔“

اور فرمایا:

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝﴾

[محمد: ۲۴]

”کیا قرآن میں تدبر ہی نہیں کرتے یا ان کے دل مقفل ہیں۔“ ابو حامد غزالی کے اردو سوانح نگاروں نے گرچہ یہ بات لکھی ہے کہ آپ نے فلسفہ و منطق کو اس لیے پڑھا تا کہ فلسفیوں اور باطنیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن اسے تسلیم کرنے کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑھتا ہے کہ آپ ان علوم کے بعض مقدمات سے خود بھی متاثر ہوئے اور متاثر ہونا ناگزیر بھی تھا۔ علامہ مازری کے قول کا خلاصہ ہے:

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ اخوان الصفاء کے رسائل کو اکثر مطالعے میں رکھتے تھے، ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو دین میں ملانا چاہا اور اس پر دے میں فلسفہ کی حمایت کی۔ اسی زمانے میں بوعلی سینا پیدا ہوا جو فلسفہ کا امام تھا، اس نے چاہا کہ عقائد اسلام کو بالکل فلسفے

ہوئیں اور نہ ہی ان میں انھیں سمجھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس کو انھیں کے لیے اتارا گیا ہے جو انھیں مانتا ہو۔ رہا وہ عارف طریقت جس پر غم، شوق یا ندامت کا غلبہ ہو گیا ہو اس کے حال و مذاق کے مطابق میراث و احکام کی یہ آیتیں کب ہو سکتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ [النساء: ۱۱]

اسی طرح اللہ کا فرمان:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ [النور: ۴]

اسی طرح وہ آیتیں جو طلاق و حدود جیسے دیگر احکامات پر مبنی ہیں۔ دل کے لیے اصل محرک تو وہی ہوگا جو اس کے موافق ہو۔ شعراء و قوال کو دیکھیے کہ آیات میں وہ احوال دل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ سامع اسے سمجھنے میں کسی تکلف میں نہیں پڑتا۔

۲: قرآن اکثر لوگوں کے لیے محفوظ ہے۔ کانوں اور دلوں پر اس کی تکرار ہوتی رہتی ہے۔ سامع پہلی بار جب کسی آیت کو سنتا ہے تو دل پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، لیکن جب وہ دوبارہ سنتا ہے تو پہلے جیسا اثر نہیں رہتا اور جب تیسری مرتبہ سنتا ہے تو اس کی عدم تاثیر انتہا کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جب کہ قوالوں کی قوالی اور حال و وجد کی کیفیات میں رنگ بھرنے والے آیات میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ (یعنی اس کے سامع سے دل کی چاہت مزید بڑھتی ہے۔)

۳: شعراء کے ذوق و مزاج سے آشنا ہو کر اگر موزوں انداز میں اشعار پڑھے جائیں تو دل پر اس کا گہرا اثر پڑے گا، چنانچہ وہ آواز جو موزوں اور دل کش ہو وہ اس آواز سے بہتر ہے جو موزوں تو ہو لیکن دل کش نہ ہو۔ اور بلاشبہ حال کے مطابق موزونیت اشعار ہی میں پائی جاتی ہے، آیات میں نہیں۔

۴: پسندیدہ الحان طبعیتوں کے مناسب ہوا کرتی ہیں اور جب انھیں ہم شکل اشارات و لطائف پر مشتمل آیات کی آوازوں سے

کے قالب میں ڈھال دے چنانچہ اپنے زور قابلیت سے اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوا، غزالی کے بہت سے مسائل بوعلی سینا کے خیالات پر مبنی ہیں۔“

(الغزالی از شبلی نعمانی، ص: ۲۶۹)

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ جس تصوف کی نذر تھا اس میں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ نے کہیں صراحتاً یہ بات کہی ہے کہ عارف باللہ کے علاوہ ساری مخلوق کے لیے تلاوت قرآن افضل ہے، البتہ عارف باللہ اگر اس کی تلاوت کرے گا تو قرآن اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا اور اسے ریاض الجنت میں پہنچائے گا جب کہ ذاہب الی اللہ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جنت اور اس کے باغات کی طرف مائل ہو، اس کی ساری کوشش اور تگ و دو ایک ہونی چاہیے وہ یہ کہ فنا واستغراق اور یقین کامل کے درجے تک پہنچ جائے۔

(الاربعین فی اصول الدین، ص: ۶۵، ۶۶)

یہ اور اس قسم کے تصوف و سلوک کی خوبیوں پر مشتمل غزالی کے بیانات نے بعد میں آنے والے ”وحدة الوجود“ کے قائلین صوفیوں کے لیے راستہ ہموار کیا ہے، میکلیون لکھتا ہے کہ ”ابن عربی جیسے وحدة الوجود کے قائل صوفیوں کے لیے غزالی نے میدان تصوف کو کشادہ کیا ہے۔ گولڈ زیہر نے لکھا ہے کہ ابن عربی، جس کے بارے میں ابھی میں نے اشارہ کیا ہے، وہ غزالی سے متاثر تھا اس نے اپنی تفسیر کو عین فکر غزالی پر ترتیب دیا ہے۔ عبدالرحمن الوکیل نے ان اقوال کو ذکر کرتے ہوئے یہ حاشیہ لکھا ہے:

”اس طرح غزالی نے اسلام کے لیے نہیں بلکہ صوفیت کے لیے کام کیا، مسلمان ان سے پہلے اس زہر قاتل سے بچتے تھے اور اس سے بالکل کٹے تھے، لیکن غزالی نے اپنی سحر بیانی سے انھیں اس بات پر ابھارا کہ وہ اس طوق کو اپنی گردن میں ڈال لیں۔“

(ہذہ ہی الصوفیہ، ص: ۵۰-۵۱)

یہاں ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ فلسفہ، علم کلام اور منطق کو وقتی ضرورت کے پیش نظر اگر ہمارے اسلاف نے سیکھا تھا اور پھر شرعی

نقطہ نظر سے اس کی قباحتوں کے تار و پود کو بکھیرا تھا تو آج کے بعد قائدین ملت بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود اس سے متاثر ہو رہے۔ اور اسے وقت کے اہم علوم میں شمار کرنے کے ساتھ اسے ترقی کا ذریعہ بتایا ہے اور دفع شبہات میں اسی کو علمی کفیل قرار دیا ہے۔“ (رجال الفکر والدعوة: ۲۱۷)

اس پر افسوس بھی ہے کہ اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے نیکلون نے تو غزالی فکر سے اسلام پر پڑنے والے برے اثرات کو بھانپ لیا، لیکن متصوفانہ ذہن کے اسیر عباد و زہاد اور ان کے ہم فکر علماء نے یا تو لاعلمی میں یا دانستہ طور پر غزالی کی متصوفانہ فکر کی تشہیر کی اور عوام کو اس کا گرویدہ بنادیا ہے۔ حقائق سے ایسی چشم پوشی اور دھاندلی کی گئی ہے کہ یہود شرما جائیں۔ الحاد و بے دینی کے اس دور میں عوام کو کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرانا چاہیے تھا، انھیں دینی بیداری کا صحیح رخ بتانا چاہیے تھا، قوم اور ملک و ملت کے تقاضے سے روشناس کرانا تھا۔ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے جماعتوں اور ٹولیوں میں جہلاء بہ نام علماء و زہاد گلیوں میں دین کے نام پر گشت کرتے نظر آتے ہیں، ضعیف اور موضوع روایتیں بے دریغ فضائل میں بیان کی جاتی ہیں، عوام کو خواب اور کرامات باطلہ کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اور ممکن ہے نہ اسی سلسلے ہی کی کڑی ہو کہ جو غزالی کی کتاب ”احیاء علوم الدین“ کا اردو ترجمہ ہر خاص و عام کے درمیان ہے۔ صاحب کتاب ”دعوت و عزیمت“ نے وقت کے مصلحین و مجددین میں غزالی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی کتاب احیاء علوم الدین سے متعلق حافظ زین الدین عراقی، عبدالغافر فارسی، شیخ محمد قارزونی وغیرہ کے تعریفی کلمات نقل کرنے کے ساتھ لکھا ہے:

”اس کے مصنف نے ایک ایسی کتاب تالیف کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک طالب حق کے لیے اپنی اصلاح و ترتیب اور دوسروں کی تعلیم و تبلیغ کے لیے تنہا کافی ہو سکے اور بڑی حد تک ایک وسیع اسلامی کتب خانہ کی قائم مقامی کر سکے اور دینی زندگی کا دستور العمل سن سکے، اس لیے یہ

کتاب عقائد وفقہ، تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق اور حصول احسانی (جن کے مجموعے کا نام تصوف ہے) تینوں شعبوں کو جامع ہے۔“ (دعوت و عزیمت: ۱۶۷/۱)

تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق ہی کو پیش نظر رکھ کر اگر مذکورہ باتیں کہی جائیں تو کسی حد تک مانا جاسکتا ہے لیکن ہمیں صرف اس کتاب کے فلسفہ اخلاق ہی سے بحث نہیں کرنا ہے بلکہ اس میں لکھی گئی ان واہی تباہی روایتوں سے لوگوں کو آگاہ کرنا مقصود ہے جن کا چلن عام ہو چکا ہے، اسی طرح ہم ان عقائد کو بھی تسلیم کرنے کے لیے خود کو تیار نہیں پاتے ہیں جنہیں کتاب کی اہم خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے، کیونکہ باب العقائد میں غزالی نے استواء کو اشعریت کا معنی پہنایا ہے، لکھا ہے:

”استواء کا لفظ ظاہری معنوں میں نہیں ہے، ورنہ محال لازم آتا ہے، بلکہ اس کے معنی قہر اور استیلاء آتے ہیں۔“

(احیاء علوم الدین، بحوالہ غزالی، ص: ۲۶۰)

اخلاقیات پر مشتمل ابواب کو دیکھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ بہر صورت کتاب بہت ہی اہم ہے، روایتوں سے متعلق کتاب مجموعی طور پر محل نقد ہے جنہیں ہم بعد میں لکھتے ہیں۔ البتہ اخلاقیات کی جن فلسفیانہ نزاکتوں سے غزالی نے دوسروں کو آگاہی دی ہے وہ بھی خود ان کی انشاء نہیں ہے بلکہ لفظاً و معنی بہت سے باتیں ابن مسکویہ سے ماخوذ ہیں، علامہ شبلی نعمانی نے کئی مقامات پر دونوں کا موازنہ کیا ہے اور پھر یہ لکھا ہے:

”احیاء العلوم میں اخلاق کی ماہیت، اخلاق کے اقسام، اخلاقی عیوب پر مطلع ہونے کے طریقے، اولاد کی تربیت، یہ تمام مضامین سر تا پا ابن مسکویہ سے ماخوذ ہیں، جو نکات خود امام صاحب کی ایجاد ہیں ان کا مایہ خمیر بھی فلسفہ ہی ہے۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ابن مسکویہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ابن مسکویہ کے خیالات نہیں بلکہ بروشن (یونانی حکیم تھا) سے ماخوذ ہیں، چنانچہ خود ابن مسکویہ نے تصریح

کردی ہے۔“ (غزالی، ص: ۲۵۳)

روایات کے نقل کرنے کے سلسلے میں غزالی نے جتنی مہارت سے کام لیا ہے شاید کسی اور باب میں ایسا نہ کیا ہو۔ جب کہ یہی وہ اساس ہے جس پر کھرے کھوٹے کو پرکھا جاسکتا ہے اور اسی وجہ سے آپ کی کتاب ”احیاء العلوم“ متقدمین کے یہاں موضوع بحث بنی رہی۔ اور وجہ اعتراض بھی یہ کہ ایسی کتاب جس میں نہایت کثرت سے ہر موقع پر احادیث و آثار کے حوالے ہوں، سفر میں نہیں لکھی جاسکتی تھی۔ علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ غزالی نے اس کتاب کو صوفیوں کے مذہب پر لکھا ہے، فقہ کے قوانین کو ترک کر دیا ہے۔ میں نے اس کتاب کی غلطیوں کو اکٹھا کیا ہے اور اس کا نام ”اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء“ رکھا ہے، اس کی بعض اہم خامیوں کی طرف اپنی کتاب تلخیص ابلیس میں اشارہ کیا ہے۔

(غزالی و تصوف، ص: ۳۱۲-۳۱۳)

مجاہد سیف و سنان ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

”احیاء علوم الدین کی غالب باتیں ٹھیک ہیں اور اس میں فائدہ بھی ہیں، البتہ اس میں فلسفیوں کی بہت سی مذموم اور غلط باتیں بھی ہیں جن کا تعلق توحید، نبوت اور معاد سے ہے۔ اس میں بہت سی حدیثیں اور آثار ہیں جو ضعیف ہی نہیں موضوع بھی ہیں۔ اس میں صوفیوں کی غلطیوں اور بکواس کا بھی تذکرہ ہے، باوجود کہ اس میں مشائخ طریقت و معرفت کے اعمال قلوب کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، لیکن یہ غلطیاں مجموعی طور سے اتنی زیادہ ہیں کہ جس کی تردید مکمل طور سے ایک مشکل کام ہے۔“ (فتاویٰ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ: ۵۵۱/۱۰، ۵۵۲، اور ۶: ۵۵۱-۵۵۲۔ التاج المکمل، ص: ۳۸۸)

محمد بن علی ملا رزی الصقلی نے لکھا ہے کہ غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین لوگوں میں محل خلاف ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ موحدین، صوفیوں، اصحاب اشارات اور فلسفیوں کے آراء و اعمال کے مابین یہ کتاب متردد ہے۔ (سیرۃ غزالی، ص: ۷۹، ۸۰)

حدیثیں موضوع اور ضعیف نقل کردی ہیں جن کا کتب احادیث میں کہیں پتا نہیں چلتا، احادیث پر موقوف نہیں، بزرگان سلف کے متعلق جو واقعات لکھے ہیں اکثر دوران کار اور بعید از عقل ہیں اور بجز عوام کے کوئی شخص اس پر یقین نہیں کر سکتا۔“ (الغزالی، ص: ۲۷۱)

ابو حامد غزالی کی قرآن کے بارے میں معرفت، باطنیہ اور فلاسفہ کی مصاحبت اور صوفیوں کے طرق و سلوک سے آشنائی و مدح اور علم حدیث سے بے بضاعتی نے ان کے اقوال کو عام طور سے مناقض بنادیا اور زندگی کے آخری لمحات تک آپ کا آخری فیصلہ لوگوں کے سامنے نہ آسکا، صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت میں علم حدیث سے آپ کا شغف بڑھ گیا تھا۔

نابغہ عصر شخصیات کے مذکورہ نقد کے پیش نظر خامیوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ حکمت کی باتیں ”خذ صفا ودع ما کدر“ کی وجہ سے قبول کرنی چاہئیں، قابل توجہ بات یہ ہے کہ بعض اہل و زعماء تقلید نے کھرے کھوٹے کی تمیز کے بغیر اس کا رد و ترجمہ شائع کیا ہے، اسے اہل سنت والجماعت کے دعوے دار برادران اپنے اخبارات، رسائل اور جرائد کو متصوفانہ افکار و فلسفیانہ اقوال کا گلدستہ پہناتے ہیں۔ ارباب ذوق شاید اسے میری کوتاہ نظری کہیں کہ ایسی کتابوں کو نہیں پڑھنا چاہیے، اخلاق کو سنوارنے، تزکیہ نفس اور درجہ احسان تک پہنچنے کے لیے راہنما اور بھی کتابیں ہیں۔ کتاب اللہ اور صحیح سنت رسول سے اگر کسی کو یہ درجہ نہ ملے تو میرے خیال میں اسے حق اور کہیں نہیں مل سکتا۔ شاید ایسی کتابوں کے تراجم کی نشر و اشاعت بھی ظلمت کے باب میں اضافہ ہو۔ وہ وقت کی ضرورت تھی اور یورپی فکر کی چھاپ کہ ڈیکارٹ (جسے یورپ میں اخلاق کے فلسفہ جدید کا بانی خیال کیا جاتا ہے) کے زمانے میں احیاء العلوم کا ترجمہ فرنج زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ ڈیکارٹ نے احیاء العلوم کو چر لیا ہے۔ (الغزالی، ص: ۲۷۲)

اس وقت تو ضرورت ہے کہ قرآنی علوم اور صحیح احادیث کی

محمد بن ولید طرطوسی جو اندلس میں پیدا ہوئے اور قاضی باجی کی مصاحبت اختیار کی اور مشرق کا سفر کر کے چوٹی کے علمائے وقت سے علم حاصل کیا۔ (شذرات الذہب: ۶۴/۴)

انھوں نے ابن مظفر کے پاس ایک خط لکھا اس میں لکھا تھا کہ میں نے غزالی کو دیکھا ہے ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ وقت کے بڑے بڑے علماء پر فائق رہے، پھر علماء کے راستے سے ہٹنے لگے، پھر تصوف پسند ہوئے، علم اور علماء سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر پر علم لدنی میں داخل ہوئے اور ارباب ملوک اور شیاطین کے وسوسوں میں پھنس گئے، پھر فلسفیوں کے آراء سے متاثر ہوئے، حلاج کے رموز سے آگہی پائی، فقہاء پر طعن شروع کیا، بالکل دین بیزار ہونے والے تھے کہ علوم احوال پر مشتمل کتاب ”احیاء علوم الدین“ لکھی۔ صوفیوں کے اسرار و رموز سے واقف ہونا چاہا جب کہ انھیں اس کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہ تھیں، بالآخر منہ کی کھانی پڑی اور کتاب کو موضوع احادیث سے بھر دیا، میں روئے زمین پر اس سے زیادہ کسی اور کتاب میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں جانتا۔

(المقارنۃ بین الغزالی وابن تیمیہ، ص: ۷، سیر اعلام النبلاء: ۱۹/۳۳۹)

بہ طور مثال اشارۃً صرف ایک روایت نقل کرنا کافی ہوگا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ہی گمان کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ (احیاء علوم الدین: ۴۳/۲)

یوں تو آپ کے ناقدین کی ایک لمبی فہرست ہے، لیکن جن ناقدین کے نقد کو عام طور سے قابل اعتبار مانا گیا ہے ان میں سے صرف دو ایک کو میں نے ذکر کیا ہے، غزالی فکر کے مداحوں نے ان اعتراضات کا جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے، لیکن علامہ نعمانی کے قول میں ”اعتراض کا جواب لا جواب ہے“ اور بالآخر علامہ موصوف نے یہ فیصلہ دیا ہے:

”امام صاحب کی بعض تصنیفات میں واقعی بعض باتیں مواخذہ کے قابل ہیں، مثلاً احیاء العلوم میں احادیث کی نقل کرنے میں نہایت بے احتیاطی کی ہے، سیکڑوں ہزاروں

راہنمائی میں تالیف اور تراجم کے میدان میں قدم اٹھایا جائے۔ جن قصوں، خوابوں اور جھوٹی کرامتوں کی بندش میں مسلمانوں کے عقائد جکڑے ہیں انھیں ان سے آزاد کیا جائے، حقیقت کی نقاب کشائی صرف صحیح احادیث اور فرامین الہیہ ہی سے ہو سکتی ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کتنی بہترین بات کہی ہے:

”احیاء العلوم اور مجموعی طور سے بہت من گھڑت اور غلط حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ اگر اس میں آداب و رسوم اور حکماء کی حکایات پر مبنی زہد و تصوف کے بات میں حسرات نہ ہوتی تو کتاب مفید تھی، ہم اللہ سے نفع بخش علم کا سوال کرتے ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ نفع بخش علم کیا ہے؟ وہ علم نفع بخش ہے جو قرآن میں بتایا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے قولاً و عملاً اس کی تفسیر کی ہے اور اس کی ممانعت نہیں ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں۔“ لہذا اے میرے بھائی! اللہ کی کتاب کو غور سے پڑھو اور صحیحین (بخاری و مسلم)، سنن نسائی، ریاض الصالحین، الاذکار وغیرہ کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ دیکھو غلامان فلسفہ کی قیاس آرائیوں، اہل ریاضت کے وظائف، راہبوں کی بھوک، خلوت نشینوں کی طرح بکرے

کی آواز میں بولی بولنے سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ کامیابی کا سرچشمہ سیدھے اور آسان دین میں ہے۔ اے میرے مولا! ہمیں سیدھے راستے کی جناب راہنمائی کر۔“

(سیر اعلام النبلاء: ۱۹/۳۴۰-۳۴۲)

اسی طرح علامہ شبلی کا آخری فیصلہ کتنا بہترین ہے:

”بہر حال امام صاحب امام تھے، پیغمبر نہ تھے اور پیغمبر کے سوا کسی شخص کو عصمت کا رتبہ حاصل نہیں ہو سکا۔“

(الغزالی، ص: ۲۷۲)

مضمون کے مخاطب بھی ابو حامد غزالی رحمہ اللہ نہیں بلکہ وہ احباب ہیں جو آپ کے افکار کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں اور ہند و پاک میں ملت اسلامیہ کی قیادت کی باگ ڈور کسی حد تک تھامے ہوئے ہیں، ہماری دعوت کا خلاصہ بالخصوص تنقید کے بارے میں یہ ہے کہ اگر غلطی کرنے والا زندہ ہے تو ((الدین النصیحة)) کے تحت ادب و احترام سے حق اس کے سامنے پیش کریں۔ اور اگر وہ وفات پا چکا ہے تو اس کے لیے ہم دعا کریں اور لوگوں کو اس کی غلطیوں سے آگاہ کریں تاکہ لوگ اس غلطی میں نہ واقع ہو جائیں۔

(البدعة ضوابطها وأثرها السيء في الأمة، ص: ۲۴)

اللہ ہمیں نیک نیت اور مخلص بنائے، آمین۔

مولانا محمد زبیر علی زئی کی وفات پر تعزیت

جید عالم دین، حضرت مولانا محمد زبیر علی زئی صاحب مورخہ ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وفات حسرت آیات داعیانِ مسلک اہل حدیث اور پوری جماعت کے مخلصین کے لیے شدید صدمے سے کم نہیں۔ بعض احباب نے ان کی وفات پر تعزیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا عبد الرحیم اظہر ڈیرہ غازی خان، ۲۔ مولانا عبد الحفیظ صاحب پاکپتن، ۳۔ حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی لاہور، ۴۔ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد، ۵۔ مولانا عبد الرشید عراقی سوہدرہ، ۶۔ سہیل احمد چوہدری بورے والا۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

امام فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ

محمد اشرف جاوید، فیصل آباد

۲۸

”بخدا وہ بہت بڑے عاقل اور دانش مند تھے۔“
دوسرے محدثین نے بھی ان کی تعریف کی ہے کہ آپ مرو کے
جلیل القدر اور صاحب تقویٰ محدثین میں سے تھے۔

(مشاہیر علماء امصار: ۱۹۷، طبقات لابن سعد: ۴۲۸-عبر: ۳۰۷/۱)

ابونعیم ملائی کا قول ہے:

”هو أثبت من عبد الله بن المبارك.“
”حضرت فضل بن موسیٰ امام عبد اللہ بن مبارک سے بھی

زیادہ ثبت ہیں۔“ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۴/۹، عبر: ۳۰۷/۱)

بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک کا اپنا قول ہے: حدثني الثقة .
حضرت الامام علم و سن میں عبد اللہ بن مبارک کے ہم عصر تھے اور
بعد میں فوت ہوئے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تاریخ اسلام میں ان کے
متعلق لکھا:

احد الاثمة الاعلام . (تاریخ اسلام)

اور میزان کی عبارت ہے:

احد العلماء الثقات . (میزان: ۳ / ۳۶۰، ابن

سعد: ۳۷۲ / ۷، ثقات لابن شاہین، ص: ۱۸۶،

ثقات لابن حبان: ۳۱۹ / ۷)

یعقوب حموی نے نقل کیا ہے:

احد أئمة الحديث واسع الرواية .

(معجم البلدان: ۳ / ۳۰۰)

”آپ ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں اور وسیع الروایہ تھے۔“

حضرت امام وکیع (امام شافعی کے استاد) کا بیان:

آپ کا تعلق ایک مردم خیز خطے سے ہے جس میں نام ور علماء
وفقیہاء نے جنم لیا جن کی تابناکی سے چہار سو عالم منور ہوا۔
پیدائش:

ابو عبد اللہ فضل بن موسیٰ ۱۱۵ھ میں سینان میں پیدا ہوئے۔ یہ
بستی مشہور جگہ مرو سے پانچ فرسخ پر واقع ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۴/۹)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں آپ کا تذکرہ یوں فرمایا:

”الامام، الحافظ الثبت ابو عبد الله الفضل

بن موسیٰ المروزی .“ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۴ / ۹)

حضرت العلام کا شمار اتباع تابعین میں ہوتا ہے۔ حضرت علم
وفضل میں بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ نے مراکز علم و فن کے لیے سفر
کر کے اپنے دامن کو لاتعداد گوہر آبدار سے مالا مال کر لیا اور صاحب
علم ہونے کی وجہ سے آپ کا شمار مشاہیر امصار میں ہونے لگا۔ امام
حاکم رحمہ اللہ اعتراف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”كبير السن عالي الاسناد وامام من أئمة

عصره في الحديث .“

”بزرگ، عالی اسناد اور اپنے زمانہ کے مشاہیر ائمہ میں سے تھے۔“

امام بخاری، علامہ ذہبی، امام ابن حبان اور علامہ ابن سعد نے
آپ کی توثیق کی ہے۔

امام ابو حاتم نے آپ کو ان الفاظ سے لکھا ہے:

هو صدوق صالح .

اور دوسری جگہ لکھا آپ فہم و فراست میں ایک مقام رکھتے تھے:

”كان والله عاقلاً لبياً .“ (تہذیب: ۲۸۷ / ۸)

”ثقة صاحب سنة أعرفه .“

”میں تو ان کو ایک ثقہ محدث اور صاحب سنت کی حیثیت سے

جانتا ہوں۔“ (طبقات علمائے حدیث: ۲۲۸/۱، تذکرہ: ۲۳۲/۱، عبر: ۳۰۷/۱،

شذرات الذہب: ۳۲۹/۱، تاریخ اسلام)

امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں میں نے کسی ایسے آدمی سے حدیث نہیں لکھی جو میرے نزدیک فضل بن موسیٰ اور یحییٰ بن یحییٰ سے زیادہ قابل اعتماد ہو۔

عربی الفاظ یہ ہیں:

قال اسحاق بن راہویہ کتبت العلم فلم

اكتب عن احد اوثق في نفسي من هذين

الرجلين الفضل بن موسیٰ و یحییٰ بن یحییٰ

التمیمی . (تذکرہ: ۲۹۷/۱، سیر اعلام: ۱۰۵/۹)

افکار و اقوال:

حضرت الامام کو حدیث رسول اللہ ﷺ میں بہت درک تھا۔

ان کا اپنا قول ہے:

”طلب الحديث حرفة المفاہیس .“

یعنی حدیث کا علم حاصل کرنے والا مفلس ہی رہتا ہے۔

۲: ما رأیت أذل من اصحاب الحديث .

”میں نے اصحاب حدیث سے بڑھ کر کسی کو عاجز نہیں

دیکھا۔“ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۵/۹، تاریخ اسلام، ص: ۳۳۸،

فضائل علم و علماء، ص: ۱۳۸)

صاحبزادہ عبدالرحمن خلف الرشید مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے

حضرت بطل حریت مولانا سید داود غزنوی پر ان کی وفات پر ایک

مضمون لکھا جس میں لکھتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں کہ اصل صوفی تو اہل حدیث کو ہونا چاہیے

کیونکہ احادیث کی کتابوں میں حسد، کینہ، کبر، غضب وغیرہ

کے ابواب آتے ہیں جن میں ان بدعادات سے اجتناب

کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے برعکس فقہ کی کتب میں ایسے

ابواب نہیں ہیں۔“ (مولانا داود غزنوی، ص: ۲۰۱)

اس واقعہ سے بھی اصحاب حدیث کی عاجزی کی نشان دہی ہوتی ہے۔

اساتذہ کرام:

آپ نے علم حدیث کے لیے سفر کیا اور فحول الرجال سے کسب

فیض کیا ان میں سے ہشام بن عروہ، امام اعمش، اسماعیل بن ابی

خالد، عبید اللہ بن عمر، خثیم بن عراک، معمر بن راشد، ولید بن دینار،

محمد بن عمرو بن علقمہ وغیرہ۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے

طلب علم کے لیے بہت سفر کیے اور بہت کچھ لکھا۔

تلامذہ:

علی بن حجر، امام اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن اکثم، علی بن خشرم،

محمود بن آدم، محمود بن غیلان، ابوعمار الحسین بن حریت، محمد بن حمید،

ابراہیم بن اسحاق، بشر بن حاکم نیسابوری، ابراہیم بن عبداللہ ہروی،

ابراہیم الفراء اور ایک جم غفیر علماء فقہاء کا۔ (تہذیب الکمال: ۲۵۶/۲۳،

سیر اعلام النبلاء: ۱۰۴/۹، تاریخ اسلام، ص: ۳۳۸)

ترک وطن کا واقعہ:

ایک افسوس ناک واقعے کی بنا پر شیخ سینانی اپنے وطن مالوف کو

خیر باد کہہ کر دوسرے گاؤں میں جا کر رہنے لگے۔ یہ واقعہ عبرت

انگیز بھی اور اس کا تفصیلی ذکر غالباً بے محل نہ ہوگا۔ جب شیخ فضل بن

موسیٰ کے انتساب علم و فضل کی کرنیں اطراف عالم میں پھیلیں تو

تشنگان علم کے قافلے ہر سمت سے اسی ایک مرکز ثقل کی طرف کھینچے

چلے آنے لگے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قریہ سنان طالبان علم کی کثرت سے بھر گیا

تھا۔ شیخ کی اس درجہ مقبولیت اور شہرت بہت سے دلوں میں کھٹکنے لگی

اور وہ ان کی بدنامی کی تدبیریں کرنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے ایک



کے بعد شیخ نے فرمایا:

لا اسکن قرية اهلها كذبة . (اللباب فی الاسناد:

۵۹۰ / ۱، کتاب الانساب، ص: ۳۲۳، معجم البلدان:

۳۰۰ / ۱۳)

”میں ایسے گاؤں میں ہرگز نہیں رہوں گا جس کے باشندے جھوٹے ہیں۔“

پھر تاحیات راواشاہ میں ہی مقیم رہے۔

وفات:

حضرت اشخ کی وفات ۱۹۲ھ کو ہوئی۔

خطیب وامام کے ضرورت مند

کسی اہل حدیث مسجد میں خطابت وامامت کے لیے

تجربہ کار خطیب کی ضرورت ہو تو رابطہ کریں۔

(فون نمبر: 0345-1581056)

فاحشہ عورت کو مال و زر کی حرص دلا کر یہ اقرار کروالیا کہ شیخ فضل بن موسیٰ (حاشا وکلا) اس کو اپنی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔ پھر حاسدین نے ان پر بدکرداری کا اتہام عائد کیا جس سے دل برداشتہ اور ملول خاطر ہو کر فضل بن موسیٰ نے وہ گاؤں چھوڑ دیا اور دوسرے گاؤں راواشاہ نامی میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

لیکن چند ہی دن بعد اللہ عزوجل نے اپنے مقبول بندے کے لیے براءت کا سامان بھی کر دیا۔

ہوا یہ کہ امام فضل بن موسیٰ کے ترک وطن کے بعد قریہ سینان میں شدید ترین خشک سالی پیدا ہو گئی۔ لوگوں کو اپنی غلطی اور قدرت کے انتقام کا فوراً احساس ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ ایک وفد کی شکل میں حاضر خدمت ہوئے۔ اپنی نازیبا حرکتوں کی معافی مانگی اور بہت منت سماجت کر کے دوبارہ سینان چلنے کی درخواست کی لیکن شیخ نے فرمایا کہ پہلے تم لوگ اپنے کذب صریح اور بہتان عظیم کا اعتراف کرو چنانچہ لوگوں نے کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا۔ اپنی براءت سننے

تحریک دعوت توحید کا توحید و سنت کی اشاعت، جماعت کے وقار، اتحاد کے لیے ایک اور انقلابی اقدام

خاص و عام کو معلوم ہے کہ تحریک دعوت توحید نے عرصہ چھ سال سے توحید و سنت کی پرچار کے لیے نئے انداز میں کام شروع کر رکھا ہے جس کے لیے (1) ٹاؤن ہالز میں توحید کے پروگرام منعقد کرنا۔ (2) وال چانگ کروانا۔ (3)۔ میلوں کے موقع پر اجتماعی خطبات کا اہتمام کرنا۔ (4)۔ رکشوں کے پیچھے فلکس لگوانا۔ (5)۔ بسوں، ویکٹوں میں اسٹیکرز چسپاں کرنا۔ (6)۔ سکولوں، کالجوں اور عوام میں توحید و سنت پر مبنی پمفلٹ تقسیم کرنا شامل ہے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت، جماعتی وقار اور اتحاد کے لیے ایک اور اقدام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کے مہینے میں سیرت طیبہ پر بھی اجتماعی خطبات ہوں گے۔

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم خطبات

جس طرح تحریک کی اپیل پر میلہ جات کے موقعوں اور مقامات پر عظمت توحید کے لیے اجتماعی خطبات کا اہتمام کیا جاتا ہے اس طرح یہ بھی اقدام اٹھایا گیا ہے کہ محرم میں لاہور، مرید کے، سادھوکی، گوجرانوالہ، کاموکی، منڈی بہاء الدین، قصور، کھڈیاں، منڈی عثمان والا، الہ آباد، شاکوٹ، چونیاں، رینالہ، دیپالپور، اوکاڑہ، ساہیوال، اور دیگر شہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و خدمات پر خطبات جمعہ ہوں گے تمام حضرات سے اپیل ہے کہ پہلے سے زیادہ شرکت فرمائیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی علمی و دینی خدمات پر ایک نظر

عبدالرشید عراقی

چھوڑے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ صرف تارخ پر ہی عبور نہیں رکھتے بلکہ مسائل فقہ پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اس کی شہادت آپ کی تصنیف ”برصغیر میں علم فقہ“ سے مل سکتی ہے۔ جس کا آپ نے ایک جامع علمی اور تحقیقی مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ مقدمہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس مقدمے میں فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی، فقہ کی ضرورت و اہمیت، ماخذ فقہ، اقسام احکام، اجتہاد، استنباط مسائل میں اختلاف، احباب فتویٰ (صحابہ و تابعین) اور دوسرے کئی علمی و تحقیقی عنوانات کے تحت سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

برصغیر (پاک و ہند) کی کتب فقہ کے بارے میں مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

”برصغیر کی کتب فقہ میں سے کچھ کتابیں طباعت و اشاعت کی منزل سے گزر کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو یورپ سے آراستہ نہیں ہوئیں اور وہ دنیا کی مختلف لائبریریوں، مثلاً: پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، رام پور لائبریری، بالکی پور لائبریری (خدا بخش لائبریری پٹنہ)، رائل ایشیائک سوسائٹی بنگال، انڈیا آفس لائبریری لندن، مانچسٹر لائبریری، طہران لائبریری، استنبول لائبریری مصر و قاہرہ وغیرہ کی لائبریریوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔

ہماری اس کتاب میں فقہ کی ان کتابوں کا مکمل تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ ان کے مصنفین کے بارے میں بھی معلومات مہیا کی گئی ہیں ان کے مضامین و مندرجات کی

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ برصغیر (پاک و ہند) کے اہل علم طبقہ میں اور خصوصاً اہل حدیث جماعت میں ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ صحافی و مقرر، دانش ور و ادیب سیاسیات حاضرہ سے پوری طرح باخبر اور وسیع المطالعہ شخصیت ہیں۔

ان کا شمار عہد حاضر کے ممتاز اہل قلم میں ہوتا ہے۔ تارخ و سیر و سوانح ان کا پسندیدہ موضوع ہے۔ ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے برصغیر (پاک و ہند) کے جلیل القدر علمائے اہل حدیث اور اکابرین کے حالات زندگی اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کو کتابوں میں محفوظ کر دیا ہے۔

عام طور پر لوگ مولانا محمد اسحاق بھٹی کو ایک مورخ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ خصوصاً علماء کے طبقے میں ان کا تعارف عام طور پر اسی نسبت سے ہوتا ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو ان کی جامعیت اور ان کے مضامین کا تنوع ہے۔ ان کی ذات میں اور ان کی علمی زندگی میں قدیم و جدید سے واقفیت، ادبی ذوق، حقیقت پسندی، سنجیدگی اور وسعت معلومات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی کا سن ولادت ۱۵/ مارچ ۱۹۲۵ء ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی ذات مجسم معلومات ہے۔ ان کے ذہن کی تربیت بطل حریت، ضیغم اسلام مولانا سید محمد داود غزنوی، محدث شہیر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی اور متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں تھیں جنھوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے حلقہ فکر میں وقت کی رفتار پر اپنے اپنے نقش

مربوط اور مدلل ہوتی ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ قدرت کی طرف سے اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ ٹھوس مطالعہ ان کا سرمایہ علم ہے اور قوت حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

محترم مولانا بھٹی صاحب اپنی تصانیف کے لیے مآخذ کی تلاش میں بڑی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ کتاب کمپوز ہو جائے تو اس کی پروف ریڈنگ متعدد بار خود کرتے ہیں۔ دوسرے شخص کی پروف ریڈنگ سے انھیں اطمینان نہیں ہوتا۔ انھیں تصنیف و تالیف کے کام میں کسی طرح کی سہل پسندی گوارا نہیں ہے۔ دوسروں کی نکالی ہوئی راہ پر چلنے سے بچتے ہیں اور اپنا راستہ خود بناتے ہیں، خواہ اس میں ان کو کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ پیش آئیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ادبی ذوق اور شعرو سخن فہمی کے متعلق کچھ کہنا لا حاصل ہے۔ اُن کا مزاج محققانہ ہے۔ شاعرانہ نہیں۔ ان کی علمی خدمات کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے نظر ان کی تصانیف تک محدود نہیں رہنی چاہیے۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور کے پندرہ سال ایڈیٹر رہے۔ الاعتصام میں ان کے ادارے، شذرات، مضامین و مقالات ان کے انداز فکر اور وسیع معلومات کے آئینہ دار ہیں۔ خود الاعتصام نے علمی و ادبی دنیا میں جو مقام پیدا کیا ہے اس کی ایک وجہ محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی کی انتھک مساعی اور کوششیں ہیں۔

تصانیف:

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کی کل تعداد اکتیس (۳۱) ہے۔ چھبیس (۲۶) کتابیں سیر وسوانح سے تعلق رکھتی ہیں۔ چھبیس (۲۶) میں سے سترہ (۱۷) کتابیں ایسی ہیں جن میں ایک سے زیادہ علمائے اہل حدیث کا تذکرہ ہے اور (۹) کتابوں میں مستقل حیثیت سے الگ الگ علماء کے حالات اور اُن کی خدمات کا تذکرہ ہے۔

جن کتابوں میں زیادہ علمائے کرام کے حالات بیان کیے گئے

تفصیلات بھی گئی ہیں۔ یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ان میں سے کون سی کتاب دنیا میں کس کس لائبریری میں کس حالت میں موجود ہے۔ جس عہد میں وہ کتاب ضبط تحریر میں لائی گئی اس سے متعلق بھی ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ برصغیر پاک و ہند کے کس دور کی علمی و فقہی حیثیت کیا تھی اور کس حکمران کے عہد میں کون کون علماء و فقہاء داد تحقیق دیتے تھے۔ اور عوام اور ارباب حکومت کے نزدیک وہ کس درجہ و مرتبہ کے مالک تھے۔“

(برصغیر میں علم فقہ، ص: ۲۸، ۲۹)

کتاب کے آخر میں محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ہم اپنی اس کتاب کے بارے میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اپنی نوعیت کی یہ اولین کوشش اور پہلی خدمت علم فقہ ہے اس نچ سے اب تک نہ پاکستان میں کام ہوا ہے اور نہ ہندوستان میں۔“ (ایضاً، ص: ۵۰)

مولانا محمد اسحاق نہایت مدلل گفتگو کرتے ہیں۔ حوالوں سے دلیل کو محکم بناتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں زیادہ تر کتابیں سیر و تاریخ اور سوانح سے تعلق رکھتی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے محترم بھٹی صاحب سلفی العقیدہ ہیں اور اپنے مسلک (اہل حدیث) کے بارے میں نہایت حساس ہیں اور اپنے مسلک کے بارے میں معمولی سی مداخلت بھی برداشت نہیں کرتے۔ جب بھی کوئی اہل قلم مسلک اہل حدیث پر تنقید کرتا ہے اور وہ تحریر محترم مولانا بھٹی کی نظر سے گزرتی ہے تو فوراً اُن کا قلم حرکت میں آ جاتا ہے۔ اور دلائل سے معترض کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر وسوانح کے ہر میدان میں اپنی تحقیق اور معلومات کے لیے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اخذ و استنباط کی غیر معمولی صلاحیت عطا کی ہے۔ ان کی تقریر بھی ان کی تحریر کی طرح مرتب،

ہیں اُن کے نام یہ ہیں:

۱: فقہائے ہند (۱۰ جلد)

۲: نقوش عظمت رفتہ

۳: بزمِ ارجنداں

۴: کاروانِ سلف

۵: قافلہ حدیث

۶: قصوری خاندان

۷: برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن

۸: دبستانِ حدیث

۹: گلستانِ حدیث

۱۰: ہفت اقلیم

۱۱: روپڑی علمائے حدیث

۱۲: اسلام کی بیٹیاں (نمبر ۱ تا ۱۲ مطبوع ہیں۔)

۱۳: چمنستانِ حدیث

۱۴: بوستانِ حدیث

۱۵: محفل خردمندوں (نمبر ۱ تا ۱۶ غیر مطبوع ہیں۔)

فردِ واحد کے حالات میں:

۱: ارمغانِ حنیف (مولانا محمد حنیف ندوی)

۲: تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

۳: صوفی محمد عبداللہ (ماموں کا بچن)

۴: میاں عبدالعزیز مالواڈا

۵: میاں فضل حق اور اُن کی خدمات

۶: مولانا غلام رسول قلعوی

۷: مولانا احمد الدین لکھڑوی

۸: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۸ تا ۸ مطبوع ہیں۔)

۹: مولانا محی الدین لکھوی (غیر مطبوع)

دوسری تصانیف:

۱: برصغیر میں علم فقہ

۲: برصغیر میں اہل حدیث کی آمد

۳: برصغیر میں اہل حدیث کی اولیات

۴: گزرگئی گزران (خودنوشت سوانح)

۵: برصغیر میں اہل حدیث کی تدریسی خدمات

۶: لسان القرآن (تیسری جلد)

۷: چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں (یعنی نبی ﷺ کی سیرت

قرآن کی روشنی میں۔)

نوٹ:..... محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی رضی اللہ عنہ نے اپنی تین کتابوں

نقوشِ عظمتِ رفتہ، بزمِ ارجنداں اور ہفت اقلیم میں بعض غیر اہل

حدیث علمائے کرام، سیاسی اکابرین اور تقسیم ملک سے پہلے کے

ساتھی سابق صدر بھارت آنجہانی گیانی ذیل سنگھ کے حالات اور

اُن کی سیاسی خدمات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

⊙ مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔

⊙ مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔

⊙ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔

⊙ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

حدیث سرورِ عالم ﷺ

نوید روح پرور ہے حدیثِ سرورِ عالم
قرارِ قلب مضطر ہے حدیثِ سرورِ عالم

سکوں ملتا ہے اس سے تشنہ کمانِ محبت کو
کلامِ میرِ کوثر ہے حدیثِ سرورِ عالم

حقیقت ہے پئے اہلِ بصیرت اے مسلمانو!
اک اعجازِ پیمبرؐ ہے حدیثِ سرورِ عالم

نہ آئے گا نظر یہ ملحدِ خفاش کو ہرگز
اگرچہ مہرِ خاور ہے حدیثِ سرورِ عالم

کرے آخر کہاں تک وسعتیں خامہ بیاں اس کی
کہ حکمت کا سمندر ہے حدیثِ سرورِ عالم

ادھر آ، لوٹ کر اے رہرو بیگانہ منزل!
رہ ایماں میں رہبر ہے حدیثِ سرورِ عالم

بتا دو تم یہ راسخ، منکرِ شانِ نبوت کو!!
کہ دیں کا جزوِ اکبر ہے حدیثِ سرورِ عالم

(راسخِ عرفانی)